"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

احمدی نوجوانوں کے لئے

اس شمارہ میں

ماہنامہ

خالد

ربوہ

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

مئی 1991ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماھنامہ

ربوہ

مئی 1991ء

(ایڈیٹر)
مبشر احمد ایاز

اداریہ

حضرت مسیح موعود.... کی ایک دلی آرزو

حضرت خلیفہ المسیح الاول.... ایک عظیم انسان تھے۔ آپ کو قصر احمدیت کی پہلی بنیادی اینٹ اور حضرت مسیح موعود..... کے بعد پہلے خلیفہ ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور یہ مقام آپ کو حضرت مسیح موعود...... کی کامل اطاعت اور آپ میں فنا ہونے سے ہی ملا۔ آپ کی اطاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت مسیح موعود.... نے فرمایا کہ "ویتبعنی فی کل امری کما یتبع حرکت النبض حرکت التنفس" آپ میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے تنفس کی حرکت نبض کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔

حضرت خلیفہ المسیح الاول..... کا یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعود..... کی خدمت میں ایک دفعہ لکھا کہ "میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے"۔ اور آپ نے حضرت مسیح موعود..... کے [illegible] پر اپنی جائداد اور اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور مسیح موعود..... کے در پر دھونی رمالی۔ آپ فرمایا [illegible] اگر مجھے ایک کروڑ روپیہ...... کوئی دے اور قادیان کے باہر رکھنا چاہے، میں نہیں رہ سکتا۔

آپ تمام اوصاف حمیدہ و مجیدہ کے حامل تھے۔ آپ کا بے مثال توکل، قرآن مجید سے انتہائی عشق اور مہدی موعود و مسیح موعود سے کمال درجہ کا عشق اور اطاعت آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو ہیں۔ زیر نظر شمارہ میں آپ کی سیرت طیبہ کے چند پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس غرض کے لئے کہ ہر احمدی اور بالخصوص جماعت کے نوجوان اپنے اندر ان صفات کو اجاگر کریں اور حضرت مسیح موعود...... کی اس آرزو کو پورا کرنے والے بنیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"دل میں از بس آرزو ہے کہ اور لوگ بھی مولوی صاحب کے طور پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا نمونہ ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء" (ازالہ اوہام)

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

سالانہ 30 روپے	قیمت 3 روپے	شمارہ 7	جلد 38

پبلشر۔ مبارک احمد خالد، پرنٹر قاضی منیر احمد، مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

مقام خلافت.... حضرت خلیفۃ المسیح الاول... کی نظر میں

"تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنادیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہوسکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔ دیکھو میری دعائیں عرش میں سنی جاتی ہیں۔ میرا مولا میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے تم ایسی باتیں چھوڑ دو اور توبہ کرو........."

"اللہ تعالیٰ کی مشیت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا مجھے تمہارا امام و خلیفہ بنادیا اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے ان کو بھی میرے سامنے جھکادیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے وبال سے بھی آگاہ رہو...... اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنادیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو"۔ (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

کوئی نہیں جو اس تعلق کو کاٹ سکے

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں:

"قدرت ثانیہ جاری ہے اور جب تک اس قدرت کے ساتھ جماعت وابستہ رہے گی کوئی نہیں جو اس تعلق کو کاٹ سکے۔ پس آپ کامل وفا کے ساتھ خدا کی قدرت ثانیہ کے ساتھ تعلق جوڑے رکھیں۔ میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر آپ سے کہتا ہوں کہ خدا کی قدرت کبھی بھی آپ سے اپنا پیوند نہیں توڑے گی۔ ہر گز نہیں توڑے گی اور ہر گز نہیں توڑے گی یہاں تک کہ (دین حق) کو کامل غلبہ نصیب ہو جائے"۔ (خطبہ جمعہ 10 جنوری 1986ء)

قدرت ثانیہ

ضرورت .... برکات

(مقالہ نگار: مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

قدرت ثانیہ اور خلافت ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ خلافت کے لغوی معنے کسی کے پیچھے آنے یا کسی کا قائم مقام بننے یا کسی کا نائب ہو کر اس کی نیابت کے فرائض سرانجام دینے کے ہیں اور اصطلاحی طور پر خلیفہ کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اول: وہ ربانی مصلح جو خدا کی طرف سے دنیا میں بحیثیت مامور مبعوث کیا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نمائندہ اور نائب ہونے کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔

دوم: وہ برگزیدہ شخص جو کسی نبی یا مصلح کی وفات کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے اس کا قائم مقام اور اس کی جماعت کا امام بنتا ہے، جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔

زیر نظر سطور میں اسی دوسری قسم کی خلافت کی اہمیت اور برکات پر اچٹتی نظر ڈالنا مقصود ہے۔

کسی چیز کی اہمیت کا حقیقی اندازہ دو طرح سے لگایا جاسکتا ہے۔

اول: یہ کہ وہ چیز کن ضرورتوں اور مقاصد کو پورا کرتی ہے۔ اس کے فضائل اور برکات کیا کیا ہیں۔

دوم: یہ کہ اگر حتمی طور یہ علم ہوجائے کہ ان مقاصد کا حصول سوائے شے مذکور کے ممکن نہیں تو سونے پر سہاگے والا معاملہ ہوتا ہے اور اس حقیقت کو اپنانے اور اس کے سامنے سر جھکانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

خلافت کی اہمیت اور مقام کو سمجھنے کے لئے جب ہم ان دونوں پہلوؤں سے تاریخ پر نظر دوڑائیں تو آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مضمون ابھرتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دین کی زندگی اور بقا خلافت سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت کا مسئلہ دین کے اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے اور حضرت مصلح موعود کے نزدیک اگر دین کے بنیادی ترین پاک کلمات کی تفسیر کی جائے تو خلافت کا مقام سب سے بلند درجہ پر ہوگا۔

(خلافت راشدہ صفحہ 3)

قیام توحید

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کائنات کی اول و آخر حقیقت توحید باری تعالیٰ ہے۔ خدا تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے مگر اس نور کے کامل ظہور کا ذریعہ نبوت

ہے۔ اور اس نور کو دنیا میں پھیلانے اور زیادہ عرصہ تک قائم رکھنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ خلافت اور صرف خلافت ہے۔ گویا نبوت ایک چمنی ہے جو خدائی نور کو آندھیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور خلافت ایک ریفلیکٹر ہے جو اس نور کو دور تک پھیلاتا اور آسمانی بادشاہت کو قائم رکھتا ہے۔

اسی ضرورت حقہ کی بنا پر نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے سلسلہ خلافت جاری فرمایا۔ حدیث نبوی ہے۔

ما من نبوة قط الا تبعتها خلافة
(کنزالعمال جلد نمبر٦ صفحہ ١١٩)

سیدنا حضرت مسیح موعود..... اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

"چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا۔ تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے"۔ (شہادۃ القرآن صفحہ 58)

پس اگر دنیا اپنی روحانی زندگی کے لئے رسالت کی محتاج ہے اور یقیناً ہے تو اسے خوشخبری ہو کہ

خلافت پرتوِ فیضان و انوارِ نبوت ہے
نظام اس کا سراسر عکسِ دربارِ نبوت ہے
خلافت درس گاہِ علم و عرفانِ الٰہی ہے
خلافت اس زمیں پر آسمانی بادشاہی ہے

خلافت نبوت کے اغراض و مقاصد پورا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور خدا تعالیٰ کی سنت اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اس کی تخمریزی تو انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ قدرت ثانیہ یعنی خلافت کے ذریعہ ان مقاصد کو جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ اسی لئے خلافت کو قدرت ثانیہ کا نام دیا جانا بھی اپنے اندر غیر معمولی حکمت رکھتا ہے۔

قدرت ثانیہ کی وجہ تسمیہ

حضرت مصلح موعود اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"نبی کی دو زندگیاں ہوتی ہیں۔ ایک شخصی اور ایک قومی اور اللہ تعالیٰ ان دونوں زندگیوں کو الہام سے شروع کرتا ہے۔ نبی کی شخصی زندگی تو الہام سے اس طرح شروع ہوتی ہے کہ جب وہ تیس یا چالیس سال کا ہوتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ تو مامور ہے......... نبی کی قومی زندگی الہام سے اس طرح شروع ہوتی ہے کہ جب وہ وفات پاتا ہے تو کسی بنی بنائی سکیم کے ماتحت اس کے بعد نظام قائم نہیں ہوتا بلکہ ایک دم ایک تغیر پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا مخفی الہام قوم کے دلوں کو اس نظام کی طرف متوجہ کر دیتا ہے....... اسی وجہ سے حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) نے اس کا نام قدرت ثانیہ

رکھا ہے"۔ (خلافت راشدہ صفحہ 61)

تمکنت دین

پس نبی خدا کی قدرت اولیٰ کا مظہر ہوتا ہے اور خلفاء اس کے بعد قدرت ثانیہ کے مظہر بن کر ایک طرف تو نبی کی قومی زندگی کو جاری رکھتے ہیں اور دوسری طرف اس قوم کے ساتھ خدا تعالیٰ کے تعلق کی یقینی ضمانت ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے الہام اور قبولیت دعا کے نشانات اور تازہ بتازہ تائید و نصرت کے ذریعہ دین کو تمکنت بخشتا ہے اور اپنے نبی کے ساتھ غلبہ کے وعدے پورے کرتا ہے۔ خلافت جلوہ ہائے قدرت ثانی اور تائید و نصرت ربانی کی حامل ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"دین حق کبھی ترقی نہیں کرسکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ خلفاء کے ذریعہ دین نے ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا......پس تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری تمام ترقیات خلافت سے وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت کا دن ہوگا......یاد رکھو کہ اگر یہ جڑ رہی تو سب کچھ رہے گا اور ہماری جماعت دن بدن ترقی ہی کرتی رہے گی۔ (درس القرآن 1921ء صفحہ 72)

خوف کا امن سے بدلنا

الٰہی جماعتیں خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں اور رحمتوں کا مورد ہوتی ہیں اور ان کی ہر ترقی کو دیکھ کر دشمنوں کا حسد اور بغض اور بھی بڑھتا ہے اور وہ انتہائی خوفناک منصوبوں کے ذریعے ان کی تباہی کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر خلافت کے ذریعہ یہ ساری آگیں گلزار میں تبدیل کی جاتی ہیں اور مصائب اور مشکلات کی آندھیاں قدرت ثانیہ کی دیواروں سے ٹکرا کر دم توڑ دیتی ہیں اور حاسد نگاہیں الٰہی جماعت کو مزید بلند چوٹیاں سر کرتے ہوئے پاتی ہیں۔

ان مشکلات اور مصائب میں سب سے بڑا زلزلہ نبی کی وفات کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس موقع پر خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہوجاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کرتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہوجائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑجاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کرلیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے"۔ (الوصیت صفحہ 4)

اگر خلافت نہ ہو تو قوم بھیڑوں اور بکریوں کی طرح منتشر ہو جائے اور چند دنوں کے بعد بھیڑیوں کا تر نوالہ بن جائے۔ یہ خلافت ہی ہے جو کمزوروں کو شہباز بنادیتی ہے۔ یہ خلافت ہی ہے جس کے پاس کوئی دنیاوی طاقت نہیں ہوتی لیکن اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکرلیں تو پاش پاش ہوجاتی ہیں اور بڑے بڑے صاحب جبروت اندھیری کوٹھریوں میں دھکیل دیئے جاتے ہیں۔

اسی لئے حضرت مصلح موعود خلافت سے وابستہ رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کرسکے گی۔ بے شک افراد مریں گے، مشکلات آئیں گی، تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہیں ہوگی بلکہ دن بدن بڑھے گی اور اس وقت تم میں سے کسی کا دشمنوں کے ہاتھوں مرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے تو ہزاروں پیدا ہوجاتے ہیں۔ تم میں سے اگر ایک مارا جائے گا تو اس کے بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہوجائیں گے۔ (درس القرآن 1921ء صفحہ 73)

ممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ خلافت حبل اللہ المتین ہے جو قومی وحدت اور ملی شیرازہ بندی کا واحد ذریعہ ہے۔ خلافت مرکزیت اور تنظیم کا محور ہے اور وہ قوم جو ایک ہاتھ کے اٹھنے پر کھڑی ہوجائے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے وہ دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کردیا کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

الامام جنۃ یقاتل من ورائہ

امام تو ڈھال ہے جس کے پیچھے کھڑے ہو کر دشمن سے لڑائی کی جاتی ہے اور کوئی امام نہ رہے تو قومیں پراگندہ ہوجاتی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب بعض لوگ آپ کے خلاف فتنوں میں مصروف تھے تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ الکاتب نے یہ شعر کہے

عجبت لما یخوض الناس فیہ
یرومون الخلافہ ان تزولا
ولو زالت لزال الخیر عنھم
ولا قوا بعدھا ذلاً ذلیلاً
وکانو کالیھود وکالنّصاریٰ
سواءً کلّھم ضلّوا السبیلا

(تاریخ ابن اثیر جلد نمبر 2 صفحہ 173، 174)

یعنی مجھے تعجب ہے کہ لوگ کن باتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ خلافت جاتی رہے۔ اگر وہ چلی گئی تو مسلمان ہر خیر سے محروم ہوجائیں گے اور بعد ازاں انتہائی ذلیل ہوجائیں گے۔ وہ یہود اور نصاریٰ کی

دینی معاشرہ

دینی معاشرہ کا قیام بھی خلافت ہی کے ذریعہ

طرح ہو جائیں گے جو سارے ہی راہ حق سے بھٹک چکے ہیں۔

علامہ اقبال اپنی ایک مشہور نظم میں کہتے ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

پھر اس کے حصول کے لئے خلافت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں پھر ہو استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اور وحدت

خلافت تنظیم مکمل کرنے کا مرکزی نقطہ ہے اور جس طرح طاقچہ تین طرف سے روشنی کو روک کر صرف اس جہت میں ڈالتا ہے جدھر اس کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خلفاء نبی کی نبوت قدسیہ کو جو اس کی جماعت میں ظاہر ہو رہی ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچا کر خاص پروگرام کے ماتحت استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں جماعت کی طاقتیں پراگندہ نہیں ہوتیں اور تھوڑی سی طاقت سے بہت کام نکل آتے ہیں۔ سچائی کی جنگ ہمیشہ مادی ہتھیاروں سے نہیں بلکہ خلق عظیم کی پیروی میں امام وقت کی ڈھال کے پیچھے لڑی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ المسیح الاول فرماتے ہیں۔

"ادب سیکھو کیونکہ یہی تمہارے لئے بابرکت راہ ہے۔ تم اس حبل اللہ کو مضبوط پکڑلو یہ بھی خدا کی رسی ہے جس نے تمہارے متفرق اجزاء کو اکٹھا کر دیا ہے۔ پس اسے مضبوط پکڑے رکھو"۔ (بدر یکم فروری 1912ء)

خلافت دین کا اک حصن حصین ہے
خلافت کامرانی کی امیں ہے

عبادت اور انفاق فی سبیل اللہ

توحید باری تعالیٰ کے بعد دینی معاشرہ کی دو بنیادی خصوصیات یعنی عبادت اور انفاق فی سبیل اللہ بھی خلافت ہی کی مرہون منت ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف کے ساتھ ہی ان کا ذکر فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نظاموں کے وسیع اور ہمہ گیر فوائد ایک خدا نما مرکزی شخصیت کا تقاضا کرتے ہیں جو کہ امام برحق ہے وہی تزکیہ نفس کا ذمہ دار ہے۔ قیام عبادت کا خاص تعلق تو خلافت سے یہ ہے کہ عبادت کا بہترین حصہ اجتماعی عبادات ہیں جن میں قومی ضرورتوں کے متعلق خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ خلیفہ جسد ملی میں دل کی حیثیت رکھتا ہے جسے تمام دنیا سے رپورٹیں ملتی ہیں اور وہ ان کی روشنی میں نئی قربانیوں کے مطالبات کرتا ہے۔ اسی لئے حنفیوں کا فتویٰ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں کوئی سلطان نہ ہو جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔

تزکیہ اموال بھی خلافت کے ساتھ وابستہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ کی وصولی کا باقاعدہ انتظام تھا مگر آپ کی وفات کے بعد عرب کے کثیر حصہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ نظام زکوٰۃ دوبارہ جاری ہوا جو بعد کے خلفاء کے زمانوں میں بھی جاری رہا۔ مگر خلافت ختم ہونے کے ساتھ اس کی مرکزیت بھی ختم ہوگئی۔

زکوٰۃ امراء سے لی جاتی ہے اور ایک نظام کے تحت غریب کی ضروریات پر خرچ کی جاتی ہے اس سارے کام کو باحسن پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے باقاعدہ نظام کی ضرورت ہے جو خلافت کی شکل میں رہنمائی کرتا ہے۔

بشارات

خلافت کی اہمیت اور برکات کا ایک غیر معمولی ثبوت وہ پیشگوئیاں ہیں جن میں خلافت کے قیام کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اصولی رہنمائی اور وعدہ (نور۔ آیت 56) یعنی آیت استخلاف کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زمانی تعین بھی فرمادی ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور خلافت راشدہ قائم ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھالے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق کوتہ اندیش حکومت بادشاہت ہوگی جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے۔ جب یہ دور ختم ہوگا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق ظالمانہ بادشاہت قائم ہوگی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم و ستم کے دور کو ختم کردے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ (مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

اس تعلق میں محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب سے پوچھا جانے والا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال۔ خلافت راشدہ کسے کہتے ہیں اور اس کے مصداق کون کون ہوئے اور اب کون کون ہوں گے؟۔

جواب۔ خلافت راشدہ وہ خلافت ہے کہ جو منہاج نبوت پر ہو۔ جیسے حضرات خلفائے اربعہ و امام حسن مجتبیٰ و امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم نے کی اور اب میرے خیال میں ویسی خلافت راشدہ امام مہدی ہی قائم کریں گے۔ (الملفوظ جلد اول صفحہ 121)

امتیازات

قدرت ثانیہ کا نظام قیادت کے تمام نظاموں پر فوقیت رکھتا ہے اور اس میں خدا نے ایسی امتیازی علامتیں رکھ دی ہیں جو اسے دیگر تمام نظاموں سے برتری عطا کرتی ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے نظام خلافت کے سات اصولی امتیازات بیان فرمائے ہیں۔

اول:۔ انتخاب۔ خلافت انتخابی ہے مگر انتخاب کے طریق کو جماعت مومنین پر چھوڑا گیا ہے۔

دوم:۔ شریعت۔ خلیفہ شریعت کا پابند ہے اور گویا اوپر کی جانب سے ایک دباؤ ہے۔

سوم:۔ شوریٰ۔ تمام اہم امور میں مشورہ لینا اور جہاں تک ہوسکے اس کے ماتحت چلنا بھی ضروری ہے۔ یہ گویا نیچے کی طرف سے دباؤ ہے۔

چہارم:۔ اندرونی اخلاقی دباؤ۔ خلیفہ کے مذہبی رہنما ہونے کی وجہ سے اس کا وجود بھی اس پر نگران ہے اور دماغی شعوری دباؤ اسے صراط مستقیم پر قائم رکھتا ہے۔

پنجم:۔ مساوات۔ خلیفہ انسانی حقوق میں اپنے تمام متبعین کے مساوی ہے۔

ششم:۔ عصمت صغریٰ۔ خلیفہ موید من اللہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مدد اور نصرت سے نوازتا ہے اور دشمنوں پر فتح دیتا ہے۔

ہفتم:۔ وہ سیاست سے بالاتر ہوتا ہے۔ اس کا کسی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور انصاف سے فیصلے کرتا ہے۔ (الفرقان جولائی 58ء صفحہ 2)

یہ تمام امور وہ ہیں جن کی وجہ سے یہ نظام دیگر تمام نظاموں کی خوبیوں کا جامع مگر ان کے تمام نقائص سے پاک ہے۔

بلند مقام

حضرت شاہ اسماعیل فرماتے ہیں۔

خلیفہ خدائے رب العالمین کا سایہ اور انبیاء و مرسلین کا ہمسایہ ہے کیونکہ وہ ترقی دین کا سرمایہ اور خدا تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کا ہم مرتبہ ہے۔ وہ دائرہ امکان کا مرکز، جمیع کائنات عالم کی جائے فخر اور اہل عرفان کا افسر ہے۔ وہ افراد انسانی کا سر دفتر ہے۔ اس کا دل خدائے رحمان کی تجلی کا عرش اور اس کا سینہ رحمت کا ایک بیکراں سمندر ہے۔ اس کا اقبال خدا تعالیٰ کے جلال کا پرتو اور اس کی مقبولیت جمال ربانی کا عکس ہے۔ اس کا قہر قضا و قدر کی تلوار اور اس کا کرم منبع عطا ہے۔ اس کا مقابلہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کا مقابلہ اور اس کی مخالفت رب قدیر کی مخالفت ہے۔ (منصب امامت صفحہ 62)

نتیجہ سہ ماہی اول

مقابلہ مضمون نویسی

بعنوان امانت

اول: عبدالرشید ثانی ربوہ

دوم: احمد طاہر مرزا ربوہ

سوم: بابر رشید فیصل آباد

مہتمم تعلیم

سیرت نور.... اسوہ حسنہ

(تحریر: مکرم محمود مجیب اصغر صاحب - صدر شمالی)

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی...... کے ساتھیوں میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب..... کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے پہلے مصدق اور پہلے جانشین تھے۔ آپ توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ایک سچے عاشق قرآن تھے۔ اطاعت و فدائیت بانی سلسلہ احمدیہ میں لاثانی تھے اور خاندان حضرت اقدس کے جملہ افراد سے بہت محبت کرنے والے تھے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اگست 1893ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی شان میں ایک عربی مضمون اور قصیدہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا:

"جب میں نے موجودہ زمانہ کے مفاسد دیکھے تو میں مجدد الزماں کی تلاش میں بیت اللہ شریف تک پہنچا۔ اس مقدس سرزمین میں کئی بزرگوں کو زہد و تقویٰ میں بہت بڑھا ہوا پایا مگر ان میں سے کسی کو بھی مخالفین اسلام کے مقابلہ کی طرف توجہ نہ تھی حالانکہ میں خود ہندوستان میں دیکھ چکا تھا کہ لاکھوں طلبہ علوم دین چھوڑ کر اس کے مقابل انگریزی علوم کو ترجیح دے رہے ہیں۔ کروڑوں کتابیں دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں شائع ہو چکی تھیں۔ میں کسی صادق کی آواز کا منتظر تھا کہ ناگاہ حضرت مؤلف براہین احمدیہ (مہدی الزمان و مسیح دوران) کی بشارت پہنچی۔ پس میں حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی فراست سے معلوم کرلیا کہ آپ ہی موعود اور حکم وعدل ہیں اور آپ ہی کو خدا نے تجدید امت کے مقام پر کھڑا کیا ہے۔ اس پر میں نے خدا کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے اس احسان عظیم پر سجدات شکر بجالایا اور آپ کے غلاموں میں شامل ہو گیا"۔ (کرامات الصادقین بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 155)

حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ملنے سے جو خوشی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نصیب ہوئی اور جو نمونہ اطاعت و فدائیت کا آپ نے دکھایا اس کا اظہار کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

"جب سے میں خدائے تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حی و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ چیدہ مددگاروں کی طرف سے شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں رات دن خدائے تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں پس جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور آسمان کی فضاء میری دعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری

عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کے نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے.........

اور وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے اور میں اس کو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں"۔ (آئینہ کمالات اسلام اردو ترجمہ از عربی عبارت)

آپ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ جو عشق تھا اور جس طرح آپ حضور کی اطاعت کرتے تھے اس کی ایک نمایاں جھلک اس واقعہ سے ملتی ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:

"حضرت خلیفہ اول کے دل میں حضرت مسیح موعود...... کی اطاعت کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب 1905ء میں حضرت مسیح موعود...... دہلی تشریف لے گئے اور وہاں سے ہمارے نانا جان مرحوم یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے تو ان کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعود...... نے حضرت مولوی صاحب کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلا توقف دہلی چلے آئیں۔ جب یہ تار دہلی قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے درس و تدریس کا شغل کر رہے تھے۔ اس تار کے پہنچتے ہی سامان یا زادراہ لئے سیدھے بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے جو ان دنوں قادیان کا ریلوے سٹیشن تھا۔ کسی نے عرض کیا حضرت بلا توقف آنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں اور اتنے لمبے سفر پر یوں خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں؟ فرمایا امام کا حکم ہے کہ بلا توقف آؤ۔ اس لئے میں ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں اور خدا خود میرا کفیل ہو گا۔ خدا نے بھی اس نقطے کو ایسا نوازا کہ بٹالہ کے اسٹیشن پر ایک متمول مریض مل گیا جس نے آپ کا بڑا اکرام کیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید کر دینے کے علاوہ ایک معقول رقم بھی پیش کی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے اگر حضرت مسیح موعود...... مجھے ارشاد فرمائیں کہ اپنی لڑکی کسی چوڑے کے ساتھ بیاہ دو تو بخدا مجھے ایک سیکنڈ کے لئے بھی تامل نہ ہو"۔ (سلسلہ احمدیہ)

دنیا کی نگاہ میں آپ کی جو قدر و منزلت تھی اور جس پائے کے آپ عالم اور بزرگ تھے اس کی ایک جھلک آپ کی وفات پر ان غیر از جماعت لوگوں کے تبصروں سے ملتی ہے جو آپ کی وفات پر انہوں نے ہندوستان کے پریس میں کئے۔ مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار اخبار (لاہور) نے لکھا

"مولوی حکیم نورالدین ایک زبردست عالم اور جید فاضل تھے۔ 13 مارچ (1914ء) کو کئی ہفتے کی مسلسل علالت کے بعد دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون........

مولانا حکیم نورالدین صاحب کی شخصیت اور

مسلمانوں کو رنج اور افسوس کرنا چاہیئے۔

کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کرتا ہے۔ الحق اپنے تبحر علم و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔ افسوس کہ آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا"۔ (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 559-560)

اخبار وکیل امرتسر نے لکھا

"مرحوم فرقہ احمدیہ کے ممتاز ترین رکن اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جانشین تھے۔ آپ کے علم و فضل کا ہر شخص معترف تھا اور ان کے علم اور بردباری کا عام شہرہ تھا۔ ان کی روحانی عظمت و تقدس کے خود مرزا صاحب بھی قائل تھے"۔ (ایضاً صفحہ 564)

آپ کی اطاعت مسیح موعود کا جذبہ عشق کی حد تک بڑھا ہوا تھا حتیٰ کہ نماز توڑ کر بھی آپ اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہونے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ سورۃ النور آیت 64 کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے لکھا ہے:

"فرماتا ہے امام کی آواز کے مقابلہ میں افراد کی آواز کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ تمہارا فرض ہے کہ جب بھی تمہارے کانوں میں خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز آئے تم فوراً اس پر لبیک کہو اور اس کی تعمیل کے لئے دوڑ پڑو کہ اسی میں تمہاری ترقی کا راز مضمر ہے بلکہ اگر انسان اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تب بھی اس وقت اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ نماز توڑ کر رسول کی آواز کا جواب دے۔ ہمارے ہاں خدا کے فضل سے اس قسم کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول نے ایک دفعہ ایسا ہی کیا اور حضرت مسیح موعود...... کے آواز دینے پر فوراً نماز توڑ دی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے......(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 408-409)

حضرت مسیح موعود کے ساتھ عشق کا نتیجہ تھا کہ حضور کی اولاد کے ساتھ آپ غیر معمولی طور پر محبت فرماتے تھے اور وہ محبت اس محبت سے بڑھ کر تھی جو آپ کو اپنی اولاد سے تھی۔ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے آنے پر کھڑے ہوجاتے اور فرماتے

"میاں تم مجھ کو بہت ہی پیارے ہو" (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 608)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود لکھتی ہیں:

"میرا بچپن ان کی گود میں کھیل کر گزرا اور بچپن میں ان سے پڑھنا شروع کیا۔ روز کا آنا جانا تھا گویا ایک ہی گھر تھا...... بلا مبالغہ قریباً روز ہی بڑے پیار سے فرماتے کہ یہ اولاد اور یہ عبدالحیؑ جو میری بڑھاپے کی نرینہ اولاد ہے یہ بھی تم لوگوں سے زیادہ مجھے پیارے نہیں......

ضمناً ایک واقعہ بھی یاد آگیا۔ آپ کے صاحبزادے میاں عبدالسلام مرحوم چھوٹے تھے۔ میں جب پڑھنے کو روز صبح جاتی تو ان کے لئے جیب میں بادام اخروٹ وغیرہ لے جاتی اور جیسا کہ بچوں کے کھیل ہوتے ہیں روز ہی ان سے پوچھتی کہ بتاؤ عبدالسلام تم کتنے اخروٹ کے نوکر ہو؟ وہ روز جواب دیتے دو اخروٹ

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاول۔ قبولیت دعا

(تحریر: مکرم ظفر اللہ خان صاحب طاہر)

دعا کے معنی اپنے خالق و مالک سے اپنی حاجات کی تکمیل کی درخواست کرنا ہے۔ دعا اس تعلق جاذبہ کا نام ہے جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہے۔ یہ وہ کشش ہے جس کے ذریعہ ایک کمزور انسان اپنے مولا سے درخواست کر کے اپنے کام آسان بلکہ جلد کروالیتا ہے۔ دعا وہ مضبوط سہارا ہے جس پر ہمیشہ سے اہل اللہ نے اعتماد کیا ہے۔ دعا وہ انقلابی حرکت ہے جس کے ذریعہ سے انبیاء اور اولیاء نے لوگوں کے اندر کی دنیا تک کو بدل ڈالا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی سیرت کو جب ہم دعا کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ پوری زندگی آپ نے دعا کو ایک کامیاب حربہ کے طور پر استعمال فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

"ادعونی استجب لکم یہ ایک ہتھیار ہے اور بڑا کارگر ہے لیکن کبھی اس کا چلانے والا آدمی کمزور ہوتا ہے اس لئے اس ہتھیار سے منکر ہوجاتا ہے وہ ہتھیار دعا کا ہے جس کو تمام دنیا نے چھوڑ دیا ہے...... ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس کو تیز کریں۔ جہاں تک ان سے ہوسکتا ہے دعائیں مانگیں اور نہ تھکیں۔ میں ایسا بیمار ہوں کہ وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ میری زندگی کتنی ہے۔ اس لئے یہ میری آخری وصیت ہے کہ لاالہ الا اللہ کے ساتھ دعا کا ہتھیار تیز کرو"۔ 1

اسی طرح ایک موقع پر آپ نے دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"دعا کے سوا مجھے کوئی سمجھ نہیں آتی۔ اس واسطے میری عرض ہے کہ تم دعاؤں میں لگے رہو"۔ 2

آپ نے صرف لوگوں کو ہی دعاؤں میں لگے رہنے کی تلقین نہیں فرمائی بلکہ آپ خود بھی ہمیشہ دعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی زندگی میں ہمیں آپ کی دعاؤں کی قبولیت کے متعدد واقعات ملتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

آپ کے زمانہ طالب علمی کی بات ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اعلیٰ تعلیم کی خاطر رامپور جانے کا ارادہ فرمایا۔ لاہور سے تین طالب علم اس مقصد کے لئے روانہ ہوئے۔ رام پور میں عدم واقفیت کی بنا پر آپ کو ایک ویران سی مسجد کو قیام گاہ بنانا پڑا۔ ایک سات آٹھ سال کی لڑکی دو دن صبح و شام کھانا لائی۔ تیسرے دن کھانا لاتے ہی کہا کہ میری اماں کہتی ہے کہ آپ دعا کریں کہ میرا خاوند میری طرف توجہ کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "میں نے اس کے خاوند کے پاس پہنچ کر اپنی طاقت کے موافق اسے خوب سمجھایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو رعایت سے بلایا

اور مجھ کو جناب الٰہی کے حضور شکر کا موقع ملا"۔3

ایک مرتبہ آپ طب سیکھنے کے لئے حکیم علی حسن صاحب لکھنوی کے پاس لکھنؤ گئے۔ وہاں پر علی بخش خاں نامی شخص نے ایک مکان رہائش کے لئے آپ کو دے دیا لیکن وہاں پر کھانے کا انتظام آپ کو خود ہی کرنا تھا۔ جب آپ نے کھانا تیار کرنے کے لئے روٹی پکانے کی کوشش کی لیکن چونکہ آپ کو روٹی پکانا نہیں آتی تھی اس لئے سخت مشکل پیش آئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اس وقت مجھے دعا کی توفیق ملی۔ اس مکان سے باہر نکل کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یوں دعا مانگنے لگا اے مولا کریم! ایک نادان کے کام سپرد کرنا اپنے بنائے ہوئے رزق کو ضائع کرنا ہے۔ یہ کس لائق ہے جس کے سپرد روٹی پکانا کیا گیا"۔4

آپ کے دل کی یہ آہ سیدھی آسمان پر پہنچی اور شرف قبولیت پا کر واپس زمین کی طرف لوٹ آئی۔ چنانچہ جب آپ اس دعا کے بعد تیاری کر کے حکیم صاحب کے پاس گئے تو وہ خود ہی فرمانے لگے "آئندہ تم روٹی ہمارے ساتھ ہی کھایا کرو اور یہیں رہو یا جہاں ٹھہرے ہو وہاں رہو مگر روٹی یہاں کھایا کرو"۔5

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ معذرت کے بعد حکیم صاحب کی پیش کش قبول کر لی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا کا ثمرہ آپ کو عطا فرما دیا۔

انہیں حکیم صاحب کے پاس ہی آپ کے زمانہ طالب علمی کا ایک اور قبولیت دعا کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ایک دن مزمن ماشرہ میں مبتلا ایک مریض آیا۔ اس کا سر ہاتھی کے سر کی مانند موٹا ہو گیا تھا اور ہونٹوں اور آنکھوں کی شکل بھی بڑی بھیانک تھی۔ آپ دو تین روز قبل اس مرض کے حالات کا مطالعہ کر چکے تھے مگر مریض کو دیکھ کر سمجھ نہ آیا کہ یہ ماشرہ ہے۔ ادھر حکیم صاحب نے فرمایا کہ اس کا نسخہ لکھ دو۔ سخت گھبراہٹ میں طبیعت دعا کی طرف راغب ہوئی۔ معاً حکیم صاحب نے بے ساختہ فرمایا کہ ایسے ماشرہ دنیا میں کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ اب یہ تو پتہ لگ گیا کہ اس مرض کا نام ماشرہ ہے مگر نسخہ تجویز کرنے کے لئے کتابوں کا مطالعہ ضروری تھا۔ آپ نے عرض کی کہ اس کے ساتھی اس کو اپنے مکان پر چھوڑ آئیں اور پھر آ کر نسخہ لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے کمرہ میں جا کر حکیم صاحب کی زیر نظر کتابیں شرح گیلانی قانون پر، ترویح الارواح طبری اور مجموعہ بقائی دیکھ کر ایک نسخہ ضماد اور طلا کھانے کا لکھ لیا اور حکیم صاحب کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ تیماردار جب نسخہ لینے آیا تو حکیم صاحب نے آپ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ نے نسخہ لکھا ہے؟ عرض کی ابھی لکھ دیتا ہوں۔ نسخے یاد تو تھے ہی فوراً قلم اٹھایا اور فوراً لکھ کر حکیم صاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حکیم صاحب نے نسخے دیکھ کر فرمایا کہ شرح گیلانی، ترویح اور مجموعہ بقائی لاؤ۔ حکیم صاحب نے کتابوں پر ایک نظر ڈال کر نسخے تیماردار کو دیدیئے۔ حکیم صاحب کو وہ نسخے دیکھ کر اس قدر خوشی ہوئی کہ فوراً اٹھے اور اپنی بیاض لا کر بڑی محبت سے آپ کی خدمت میں پیش کی اور فرمایا کہ تم اس کے اہل ہو"۔6

ایک مرتبہ آپ بمبئی سے روانہ ہوئے تو آپ

کے پانچ ہم وطن بھی آپ کے ساتھ مل گئے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ میرے صندوق میں جگہ کافی ہے۔ آپ اپنی کتابیں میرے صندوق میں رکھ دیں۔ آپ نے رکھ دیں۔ ایک دو روز کے بعد اتفاقاً ان کی کنجی گم ہو گئی۔ انہوں نے کہا تمہاری کتابوں کی وجہ سے صندوق بھاری تھا اس لئے کنجی کسی نے چرالی ہے تم ابھی کنجی پیدا کرو۔ آپ نے اسے بڑا سمجھایا۔ بہت منت سماجت کی مگر اس نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ آخر اللہ تعالیٰ سے بڑی دعا کی۔ خدا کا کرنا اسی رات ترکوں کے کیمپ پر چوروں نے حملہ کیا۔ انہوں نے تعاقب کیا۔ بھاگتے چوروں کی کنجیاں وہاں ہی رہ گئیں۔ اب ترک کنجیوں کے گچھے لے کر ہندیوں کے کیمپ میں آئے تا ان لوگوں کو پکڑلیا جائے جن کے صندوقوں کو وہ کنجیاں لگ جائیں۔ آپ نے ایک ترک کے ہاتھ میں کنجیوں کا ایک گچھا دیکھا جس میں وہ کنجی بھی تھی۔ آپ نے اس ترک کو کہا کہ یہ کنجی تو میری ہے۔ مجھے بے شک پکڑلو مگر یہ کنجی مجھے دے دو۔ وہ پہلے کچھ خفا سا ہوا اور پکڑ لینے کی دھمکی بھی دی مگر پھر تصرف الہی کے ماتحت وہ کنجیوں کا تمام گچھا پھینک کر چلا گیا۔ کنجی والا سارا نظارہ دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں سخت خوفزدہ تھا کہ اگر آپ نے یہ کہہ دیا کہ یہ کنجی اس کی ہے تو میں پکڑا جاؤں گا مگر آپ نے یہ ساری بلا اپنے سر لے لی اور کنجی اس کے حوالہ کر دی۔ پھر تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور معذرت کرنے لگا"۔ 7

بھیرہ میں اپنی دعا کی قبولیت کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "میری ایک بہن تھیں ان کا ایک لڑکا تھا۔ وہ پیچش کے مرض میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔ اس کے چند روز بعد میں آیا۔ میرے ہاتھ سے انہوں نے کسی پیچش کے مریض کو اچھا ہوتے ہوئے دیکھا تو مجھ سے فرمانے لگیں بھائی اگر تم آجاتے تو میرا لڑکا بچ جاتا۔ میں نے ان سے کہا تمہارے ایک لڑکا ہوگا اور میرے سامنے پیچش کے مرض میں مبتلا ہو کر مریگا۔ چنانچہ وہ حاملہ ہوئیں اور بڑا خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔ پھر وہ پیچش کے مرض میں مبتلا ہوا۔ ان کو میری بات یاد تھی۔ مجھ سے کہنے لگیں اچھا دعا ہی کرو۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ آپ کو اس کے عوض ایک اور لڑکا دے گا لیکن اس کو تو اب جانے دو۔ چنانچہ وہ لڑکا فوت ہو گیا اور اس کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا جو زندہ رہا"۔ 8

1908ء کی بات ہے کہ قاضی ظہور الدین اکمل کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے۔ قاضی صاحب ان دنوں اخبار بدر کے اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے۔ ان کی ایک بڑی ہی درد بھری نظم ان دنوں اخبار میں شائع ہوئی۔ حضرت خلیفہ المسیح الاول کو اس کی وجہ سے دعا کی خاص تحریک ہوئی۔ اس نظم کے چھپنے کے اگلے ہی روز مکرم قاضی صاحب مرحوم کو حضور کی طرف سے ایک چٹ دفتر میں موصول ہوئی اس میں لکھا تھا "میں نے آپ کے لئے بہت دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نعم البدل دے گا۔ ولم اکن بدعائک رب شقیا"۔ 9

اللہ تعالیٰ نے اس برگزیدہ کی دعا کو قریب سے سنا اور اپنے اس بندے کے اس ایمان کو کہ میں خدا کے حضور نامراد نہیں ہوں گا پورا فرمایا اور اس دعا کی

برکت سے مکرم قاضی صاحب کے ہاں 1910ء میں لڑکا پیدا ہوا۔

محترم چوہدری غلام محمد صاحب بی اے نے حضور کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "1909ء کے موسم برسات میں ایک دفعہ لگاتار آٹھ روز بارش ہوتی رہی جس سے قادیان کے بہت سے مکانات گر گئے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم نے قادیان سے باہر نئی کوٹھی تعمیر کی تھی وہ بھی گر گئی۔ آٹھویں یا نویں دن حضرت خلیفہ المسیح الاول نے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ سب لوگ آمین کہیں۔ دعا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے آج وہ دعا کی ہے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ کی تھی۔ دعا کے وقت بارش بہت زور سے ہو رہی تھی۔ اس کے بعد بارش بند ہو گئی اور عصر کی نماز کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی"۔10

حضور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی محبت کا سلوک تھا اور بسا اوقات آپ کا سرسری طور پر کچھ ارشاد فرمانا بھی دعا کی صورت اختیار کر کے بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت پالیا کرتا تھا۔ اسی طرح ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ قاضی ظہور الدین صاحب اکمل ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لکھنو کے شیخ محمد عمر صاحب لاہور میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے...... حضرت خلیفہ المسیح الاول کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ ان کی میڈیکل استادوں اور سربراہوں سے نہیں بنتی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ مجھے کوئی نہ کوئی نقص نکال کر فیل کر دیا جاتا ہے۔ جب وہ دو سال متواتر فیل قرار دیئے گئے تو دیدہ و دانستہ حضرت خلیفہ المسیح الاول کے جذبات کو برانگیخت کرنے کے لئے ان کی محفل میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے واشگاف غیر مومنانہ الفاظ میں کہنے لگے "خدایا تو ہے ہی نہیں یا ہے تو میڈیکل ممتحنین کے سامنے اس کی پیش نہیں جاتی"۔ حضرت مولوی صاحب نے سن لیا اور آنکھیں اوپر اٹھا کر فرمایا "ہلاجی" یعنی اچھا جی اور پھر اپنے مطب کے کام میں مشغول ہو گئے۔ اسی سال محمد عمر صاحب ڈاکٹر بن گئے اور کامیاب قرار پائے۔ میرے پاس آئے کہ اب یہ خبر کس طرح پہنچاؤں اور کس منہ سے حاضر خدمت ہوں۔ میں نے کہا کہ چلو چلتے ہیں۔ میں نے بیٹھتے ہی عرض کر دیا کہ محمد عمر پاس ہو گئے۔ آپ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "دیکھا میرے قادر خدا کی قدرت نمائی"۔11

حضور کو مباحثات سے بالطبع کراہت تھی مگر جب بھی آپ کو کوئی مباحثہ پیش آیا تو دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ کامیابی عطا فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:

"مجھ کو کسی سے خود کوشش کر کے مباحثہ کرنے کی نہ کبھی خواہش ہوئی اور نہ اب ہے ہاں جب کوئی مجبور ہی کردے اور گلے ہی آپڑے تو پھر خدا تعالیٰ سے دعا مانگ کر مباحثہ کیا اور ہمیشہ کامیاب ہوا"۔12

اپنی ان گزارشات کے آخر پر حضور کی وہ دعا درج کرنا ضروری ہے جو حج کے موقع پر بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی آپ نے کی تھی۔ اس دعا کے الفاظ یہ ہیں:

"الٰہی! میں تو ہر وقت محتاج ہوں۔ اب میں کون کون سی دعا مانگوں۔ بس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ جب میں ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر"۔ 13

اس کی قبولیت کے متعلق آپ نے فرمایا:

میری تو یہ دعا قبول ہی ہو گئی۔ بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی"۔ 14

1۔ حیات نور صفحہ 481

2۔ حیات نور صفحہ 615

3۔ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 59

4۔ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 69

5۔ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 70۔69

6۔ حیات نور صفحہ 33۔32

7۔ حیات نور صفحہ 54

8۔ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 178۔177

9۔ حیات نور صفحہ 431

10۔ حیات نور صفحہ 440

11۔ حیات نور صفحہ 433۔432

12۔ حیات نور صفحہ 175

13۔ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 94

14۔ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 93

رہے تا قیامت قیامِ خلافت

ازل سے ہے قائم قیامِ خلافت
اسے حق نے بخشا دوامِ خلافت

خلافت کے دم سے ہے رونق جہاں میں
عجب پُر فضا ہے مقامِ خلافت

خلافت کے ذریعہ ہے لہرایا پرچم
ہر اک ملک میں ہے قیامِ خلافت

ہر اک گُل چمن کا یہی کہہ رہا ہے
میرے دل میں ہے احترامِ خلافت

خلافت نے روشن کیا میرے دل کو
کیا دور ظلمت نظامِ خلافت

ہمارے چمن کا ہر اک گل ہے شاداں
بہارِ چمن ہے نظامِ خلافت

خلافت کے دامن سے وابستہ ہو کر
کرو آج حاصل انعامِ خلافت

اسی میں سراپا تیری بہتری ہے
ہر اک متبع ہو نظامِ خلافت

خدا کی ہو رحمت ہر اک احمدی پر
کہ پیرو بنا ہے امامِ خلافت

ہر اک لحظہ ہادی یہ دل کی دعا ہے
رہے تا قیامت قیامِ خلافت

(محترم حکیم سید عبدالہادی صاحب بہاری)

(بحوالہ مصباح دسمبر جنوری ۱۹۶۴ء)

پیارے آقا کی یاد میں

مجھے یاد آئی پل پل تیری چاہ میٹھی میٹھی
وہ مدھر مدھر سا لہجہ وہ نگاہ میٹھی میٹھی

تیرا ہاتھ جب سے تھاما رہ زندگی پہ میں نے
سبھی تلخیاں لگی ہیں سر راہ میٹھی میٹھی

ہوا میں جو مر کے زندہ تو ہوا تیری دعا سے
دم زیست بن کے ابھری تیری آہ میٹھی میٹھی

تیرے حسن نے چلائی نئی رسم دلربائی
میرے عشق نے تراشی نئی راہ میٹھی میٹھی

سپر امان تو ہے تیری چھاؤں چار سو ہے
تو بہار رنگ و بو ہے تو پناہ میٹھی میٹھی

(ڈاکٹر سید نصرت پاشا صاحب)

خدمت کرو اور کرتے جاؤ۔ تمہارا نام خدام الاحمدیہ ہے۔ (حضرت مصلح موعود)

خدام الاحمدیہ کے معنی ہیں تم "احمدی" خادم ہو۔ (حضرت مصلح موعود)

سیدنا نورالدین.... کی خداداد فراست

(تحریر: ابو منصور - لاہور)

حضرت سیدنا نورالدین نوراللہ مرقدہ کو خدا تعالیٰ نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ کی ان خوبیوں میں سے ایک نمایاں وصف آپ کا انداز تکلم تھا۔ آپ کی گفتگو بڑی مختصر لیکن بڑی برجستہ ہوتی جس میں معانی کا ایک بحر عمیق پنہاں ہوتا۔ آپ کی یک جنبش لب ہزاروں تقریروں پر حاوی ہوتی تھی۔ آپ نے مناظرہ کا رنگ بدلا اور لمبے سے لمبے اعتراضوں کے جواب آپ چند لفظوں یا جملوں میں یوں بیان فرماتے کہ سننے والے مبہوت ہو کر رہ جاتے۔ آپ کی اس خوبی کے بے شمار نمونے آپ کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب مرقاۃ الیقین اور حیات نور میں درج کئے گئے ہیں جو بے نظیر دلائل و براہین کا مرقع ہیں۔ ان میں سے چند بطور نمونہ پیش ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

(1)۔ "میں ایک مرتبہ سورہ مائدہ کے پہلے رکوع کی الیوم احل لکم الطیّبت و طعام الّذین پڑھ رہا تھا کہ ایک مسیحی جو بڑا آدمی تھا آ گیا اس نے اعتراض کیا کہ مولوی صاحب ہم پر تو بڑا ظلم ہے کہ اسلام نے ہماری لڑکیاں تو تم کو دلادیں اور تمہاری لڑکیاں عیسائیوں کو نہ دینے دیں۔ میں نے کہا کہ تم کو معلوم نہیں اس میں ایک بڑی پیشگوئی ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ عیسائی مسلمانوں کے بادشاہ ہوں گے۔ پس مسلمانوں کو کہا کہ تم اپنے حاکموں پر بدظنی نہ کرو لیکن وہ بغاوت وغیرہ کی بدظنی تم کریں گے اس لئے تم ان کی لڑکیوں سے شادی کرلو تاکہ انہیں معلوم ہوجائے کہ ہماری تو لڑکیاں مسلمانوں کے گھروں میں ہیں یہ اگر بغاوت کے منصوبے بھی کریں گے تو ہم کو فوراً معلوم ہوجائیں گے۔ یہ سن کر وہ خاموش اور حیران رہ گیا"۔

(2)۔ "مجھ سے ایک آریہ نے اعتراض کیا کہ تم قبلہ کی سمت کو کیوں معزز سمجھتے ہو اور نمازوں میں اس طرف کو منہ کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہون (ہندوؤں کی مذہبی رسم جس میں منتر پڑھتے ہوئے آگ میں گھی ڈالتے ہیں) کرتے وقت تم اس کی طرف پشت کیوں نہیں کرلیتے پھر جب اب تم نے مجھ سے بات کی تو میری طرف پشت کیوں نہیں کی۔ کہنے لگا اب کبھی یہ اعتراض نہیں کروں گا"۔

(3)۔ "ایک سراوگی (جینی) کے کیڑے پڑ گئے۔ میں نے تیزاب ڈال کر ان تمام کیڑوں کو ہلاک اور زخم کو صاف کیا۔ وہ مجھ کو بڑی دعائیں دینے اور کہنے لگا کہ مہاراج بڑی کرپا ہوئی۔ میں نے کہا کہ کرپا کیا خاک ہوئی تمہارے مذہب پر تو پانی پھر گیا۔ ایک جیو کے

عوض میں ہزاروں جیو ہلاک ہوئے"۔

(4)۔ "ایک وکیل نے مجھ سے دریافت کیا کہ ہستی باری تعالیٰ کی دلیل کیا ہے؟

میں نے کہا تمہاری کوئی جماعت ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا تم کسی کے ہادی ہو؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ جھوٹے مشہور ہو جاؤ؟ کہا نہیں۔

میں نے کہا کہ تم جیسا لچر آدمی بھی جھوٹا کہلانا پسند نہیں کرتا تو بھلا یہ انبیاء کرام کی تمام جماعت کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ وہ جھوٹ بولیں۔ پھر مشرق سے مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور ہر زمانہ کے نبی متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سے مکالمہ کرتا ہے"۔

(5)۔ "ایک مرتبہ مہاراجہ کشمیر نے مجھ سے کہا کہ کیوں مولوی جی تم ہم کو کہتے ہو کہ تم سؤر کھاتے ہو اس لئے بیجا حملہ کر بیٹھتے ہو۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ انگریز بھی تو سؤر کھاتے ہیں وہ کیوں اس طرح ناعاقبت اندیشی سے حملہ نہیں کرتے۔ میں نے کہا وہ ساتھ ہی گائے کا گوشت بھی کھاتے رہتے ہیں اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر خاموش ہی ہو گئے اور پھر دو برس تک مجھ سے کوئی مذہبی مباحثہ نہ کیا"۔

(6)۔ "سورۃ المرسلات پڑھاتے ہوئے جب یہ آیت آئی فبای حدیث بعدہ یومنون تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہاری ساری حدیثوں کا تو رد ہو گیا۔ میں نے کہا تیری اس بات کا بھی رد ہو گیا"۔

(7)۔ "ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ہم تم کو عمل تسخیر بتائے دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ قرآن کریم میں لکھا ہے وسخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض جمیعا منہ یعنی جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے ہم نے تمہارا مسخر بنا دیا ہے۔ اب اس سے زیادہ آپ مجھ کو کیا بتائیں گے!؟ سن کر حیران سارہ گیا"۔

(8)۔ "میں رام پور میں جن حکیم صاحب سے طب پڑھتا تھا وہ بڑے آدمی تھے۔ ان کے یہاں بہت سے مہمان لکھنو وغیرہ کے پڑے رہتے تھے۔ وہیں مرزا رجب علی بیگ سرور مصنف "فسانہ عجائب" بھی جو بہت بوڑھے تھے رہتے تھے۔ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ مرزا صاحب مجھ کو اپنی کتاب "فسانہ عجائب" پڑھا دو۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ میں نے ایک یا دو صفحہ پڑھا تھا کہ یہ فقرہ آیا کہ "ادھر مولوی ظہور اللہ و مولوی محمد مبین اور ادھر مولوی تقی و میر محمد مجتہد وغیرہ" میں نے اس فقرہ پر پہنچ کر ان سے کہا کہ مرزا صاحب یہ بتائیں کہ آپ سنی کیسے ہوئے...... نہایت حیران اور متعجب ہو کر کہنے لگے کہ تم نے کیسے معلوم کر لیا کہ میں سنی ہوں۔ میں نے کہا آپ کو اس سے کیا آپ ہیں تو سنی یہ بتا دیجئے کس طرح سنی ہوئے۔ انہوں نے کہا تم اول بتاؤ میرا سنی ہونا کس طرح معلوم کیا؟ میں نے کہا کہ "ادھر" کا لفظ اپنی طرف اشارہ ہے۔ آپ نے ادھر کے ساتھ سنی مولویوں کے نام لکھے اور جب لکھا ہے اُدھر تو اُدھر کے ساتھ شیعوں کے نام لکھیں ہیں۔ دلیل اس بات کی ہے کہ آپ سنی ہیں"۔ (حیات نور صفحہ 36)

(9)۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ آریہ آپ کو ملنے آئے جن میں سے ایک پلیڈر تھا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ مولوی صاحب کو میں چند منٹ میں تناسخ کے مسئلہ پر گفتگو کر کے ہرا دوں گا۔ جب وہ لوگ بیٹھ گئے تو ان میں ایک نے کہا کہ مولوی صاحب! یہ پلیڈر صاحب آپ سے تناسخ کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت خلیفہ المسیح نے اپنی جیب سے دو روپے نکالے اور پلیڈر کے سامنے رکھ دیئے اور کہا جناب پہلے ان دونوں روپوں میں سے ایک روپیہ اٹھالیں بعد ازاں میں آپ سے بات کروں گا۔ پلیڈر صاحب یہ دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ گئے اور ان روپوں کو دیکھنا شروع کیا اور اسی حالت خاموشی میں آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ حاضرین نے کہا کہ آپ دونوں تو خاموشی کی زبان میں مباحثہ کر رہے ہیں۔ ہم پاس یونہی بیٹھے ہیں۔ اگر کچھ بولیں تو ہمیں بھی فائدہ ہو۔ پلیڈر نے کہا کہ میں تو مشکل میں پھنس گیا ہوں اگر ان روپوں میں سے ایک اٹھالوں تو یہ سوال کریں گے کہ تم نے دونوں میں سے یہ ایک کیوں اٹھایا اور دوسرے کو کیوں نہ اٹھایا؟ یا ایک کو دوسرے پر بلاوجہ ترجیح کیوں دی۔ اس اعتراض کے بعد تناسخ کی تائید میں میرا یہ سوال باطل ہو جائے گا کہ خدا نے ایک کو امیر اور ایک کو غریب کیوں بنایا۔ یہ مجھ سے پوچھیں گے کہ تم ایک روپیہ کو اٹھا سکتے ہو اور دوسرے کو چھوڑ سکتے ہو تو پھر خدا کیوں ایک کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا بنا نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر پلیڈر نے رخصت چاہی اور کہا کہ وہ پھر کسی وقت آئیں گے.....

(الفضل جلد 1 نمبر 13 صفحہ 13 بحوالہ حیات نور صفحہ 278)

(10)۔ ایک مرتبہ آپ کہیں لاہور تشریف لائے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ کالج کے ایک پروفیسر مسٹر آرنلڈ نے کہا کہ تثلیث کا مسئلہ کسی ایشیائی دماغ میں آ ہی نہیں سکتا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پروفیسر صاحب کی یہ بات سن کر جواب کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا پروفیسر صاحب کو جا کر لکھیں کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواری بھی اس مسئلہ کو نہیں سمجھے ہوں گے کیوں کہ وہ بھی ایشیائی ہی تھے۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ 228)

(11)۔ حضرت خلیفہ المسیح الاول ایک دفعہ منشی جمال الدین صاحب کے درس قرآن میں تشریف لے گئے وہاں یہ سبق تھا واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلا بعضہم الیٰ بعض......آپ نے سوال کرنے کی اجازت چاہی، منشی صاحب نے بخوشی اجازت دی۔ فرمایا:

یہاں بھی منافقوں کا ذکر ہے اور نرم لفظ بولا ہے یعنی بعضہم الیٰ بعض اور اس سورۃ کے ابتدا میں جہاں انہیں کا ذکر ہے وہاں بڑا تیز لفظ ہے۔ اذا خلوا الی شیاطینہم۔ اس نرمی اور سختی کی کیا وجہ ہوگی"۔

منشی صاحب نے فرمایا آپ ہی بتائیں۔ آپ نے فرمایا:

میرے خیال میں ایک بات آئی ہے کہ مدینہ منورہ

طبیب حاذق

(مضمون نگار: مکرم محمد محمود طاہر صاحب)

حضرت حافظ سیدنا حکیم مولانا نورالدین حضرت مسیح موعود.. کے عاشق صادق، عالم باعمل اور صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے بلند پایہ طبیب بھی تھے۔ آپ کی طب میں کمال کا اندازہ اس امر سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رامپور، بھوپال، بہاولپور اور جموں و کشمیر میں شاہی طبیب رہے ہیں۔ جموں و کشمیر جہاں آپ شاہی طبیب رہے، وہاں کا راجہ ایک ہندو تھا اور مذہبی تعصب بھی رکھتا تھا۔ اس کے باوجود آپ کو شاہی طبیب رکھنا آپ کے طب میں کمال کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ صرف ظاہری شہرت کے لحاظ سے ہی اس مقام پر نہیں پہنچے تھے بلکہ کئی لوگوں نے آپ کے فن طب کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کے بنائے ہوئے اور بتائے نسخے آج بھی لاکھوں مریضوں کی شفا کا باعث بن رہے ہیں۔

شفاءالملک حکیم محمد حسن قرشی مرحوم نے اپنی بیاض میں اپنے دور کے حاذق اطباء کے تذکرہ میں ہندوستان کے تین حکیموں کو علم اور فن کا مظہر قرار دیا ہے۔ دہلی کے حکیم عبدالمجید خان، لکھنؤ سے حکیم عبدالعزیز خان اور پنجاب سے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب۔ (بیاض نورالدین نیا ایڈیشن۔ الفضل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور)

علم طب میں آپ کے علم کا اعتراف کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے پرنسپل کرنل سدر لینڈ نے بھی کیا۔ کرنل سدر لینڈ یونانی طب اور اس میں خدمت کرنے والوں کو اہمیت نہ دیتا تھا۔ جب حضرت خلیفہ المسیح الاول بیمار ہوئے تو علاج کے لئے کرنل سدر لینڈ کو لاہور سے قادیان لایا گیا۔ معائنہ کرنے کے بعد اس نے ازراہ تفنن کہا "مولوی صاحب! میں نے سنا ہے کہ آپ حکیم ہیں"۔ آپ نے فرمایا "آپ نے غلط سنا۔ حکیم تو خدا کی ذات ہے۔ میں البتہ دکھی انسانوں کو ادویہ کے ذریعہ اطمینان دلانے کی کوشش کرتا ہوں"۔ کرنل سدر لینڈ نے تفریحاً پوچھا کہ اگر آپ جیسی علامات میں کوئی مریض آپ کے مطب میں آجاتا تو آپ اس کی کیا تشخیص کرتے۔ اس گفتگو سے انہوں نے محسوس کیا کہ کرنل کا خیال ہے کہ طب یونانی کے حاملین ان پڑھ ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جسم کے ہر نظام پر بیماری کے اثرات کا مبسوط اظہار شروع کیا۔ انہوں نے اپنے جسم پر بیماری کے اثرات یعنی مکمل PATHOLOGY بیان کی۔ سدر لینڈ حیرت زدہ ہوگیا.... سدر لینڈ کو افسوس تھا کہ اس کے تحقیقی کام کے سلسلہ میں متعدد مسائل حل طلب ہیں۔ کاش وہ ان سے پہلے کبھی ملا ہوتا.... سدر لینڈ جو ایک دن کے سفر پر تیار نہ تھا چار دن تک قادیان رہا اور آپ سے طب کے بارہ میں

سوالات کرتا رہا اور نوٹس لیتا رہا۔ اس نے آپ کے علاج کے پیسے بھی نہ لئے بلکہ نذرانہ پیش کر کے واپس لاہور گیا۔ (بیاض نورالدین نیا ایڈیشن۔ الفصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور)

حضرت خلیفہ المسیح الاول نے بھیرہ، رام پور، بھوپال، جموں کشمیر اور قادیان میں مطب کیا۔ اس عرصہ میں طب جدید و قدیم دونوں سے استفادہ کیا اور علم کے حصول میں کوئی شرم محسوس نہ کی۔ جب کسی چیز کے اچھے اثرات دیکھے یا سنے تو پھر اس کی ماہیت ضرور جانتے۔ جریان خون میں تخم بکائن کا اعجاز دیکھا تو اپنے ایک ماتحت ہندو پنڈت ہرنام داس سے ویدک طب پڑھی۔ دربار میں بعض دفعہ لوگوں نے کہا بھی کہ حکیم نورالدین ایک نوکر سے پڑھتا ہے تو راجہ کے سامنے دربار میں برملا کہا کہ ہاں حصول علم کے لئے ایک ماتحت نوکر سے بھی سیکھتا ہوں۔ اس پر راجہ خوش ہوا اور آپ کی عظمت زیادہ کرنے لگا۔

ذیل میں نمونہ کے طور پر حیات نورالدین اعظم سے حضرت خلیفہ المسیح الاول کے طب میں کمال کے چند کرشمے آپ ہی کے الفاظ میں بیان کئے جاتے ہیں:

"ان دنوں (بھیرہ قیام کے دوران) ایک بیمار ایسے فالج میں گرفتار ہوا جس کا فالج پاؤں کے اطراف عصابہ سے شروع ہوا اور روزمرہ بڑھتا گیا۔ پھر ہاتھ بھی مفلوج ہوگئے۔ اس کے باپ نے میری طرف رجوع کیا۔ طب یونانی اس مرض سے جہاں تک میرا خیال ہے خاموش ہے۔ قواعد کلیہ سے کام لینا اس وقت میری طاقت سے باہر تھا۔ تیماردار ڈاکٹروں کا منکر تھا۔ ڈاکٹری مسودہ بھی اس وقت میری سمجھ میں پورا نہ آیا۔

غرض میں نے کسٹر آئل کلونجی، شہد پلایا اور مسہل کے بعد اس کے فقرات ظہر پر ایک بلسٹر لگا دیا جس سے اس کا سانس ٹھہر گیا۔ پھر اسے کچھ کونین اور فولاد دو تین روز، حب فرفیون ہفتہ میں دو بار دینا شروع کیا۔ یہی اصول علاج تھے جو اس وقت کئے اور کامیابی ہوئی"۔
(حیات نورالدین اعظم صفحہ 109۔110)

"ایک شخص راجہ سورج کول وہاں (جموں) کونسل کے سینئر ممبر تھے۔ ان کے گردہ میں بہت مدت سے درد تھا۔ مجھ کو انہوں نے بلایا۔ میری تشخیص میں ان کے گردہ میں پتھری ثابت ہوئی۔ جب میں نے بے تکلفی سے ان کو کہہ دیا تو انہوں نے بہت ہی رنج ظاہر کیا اور کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ سات انگریز میرے ماتحت رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ انگریزوں کے ماتحت رہنے سے گردے کی پتھری تو نہیں رک سکتی۔ پھر انہوں نے کہا کہ میرا ایک بیٹا ڈاکٹر ہے۔ میں نے کہا بیٹے کے ڈاکٹر ہونے سے بھی باپ کی پتھری نہیں رک سکتی۔ اس پر وہ بہت ناراض ہی ہوگئے۔ کچھ مدت کے بعد پیری نام ایک انگریز جو لاہور میڈیکل کالج میں پروفیسر تھا وہاں رک گیا اور مہاراج نے ان راجہ صاحب کے درد گردہ کا ذکر کیا اور تاکید کی کہ آپ ضرور علاج کریں۔ ڈاکٹر نے ان کو جا کر دیکھا اور فکر کرنے لگا کہ اتنے میں راجہ صاحب نے کہا کہ ایک دیسی طبیب نے یہ بھی کہا تھا کہ تمہارے گردہ میں پتھری ہے۔ یہ سنتے ہی انگریز نے دوسرے انگریز سے کہا کہ فوراً گردے کو چیر دو۔ اس انگریز نے فوراً شگاف دیا مگر پتھری اس کو نظر نہ آئی۔ اس پر پیری صاحب نے نشتر خود ہاتھ میں لیا اور شگاف کو وسیع کیا تو گردے

کی نالی کے پاس پتھری نظر آئی۔ اس کو نکالا اور بڑی خوشی کی اور میرے متعلق بھی جو کچھ ان سے بن پڑا بہت کچھ تعریفی لفظ بولے"۔ (حیات نورالدین اعظم صفحہ 144-145)

جموں میں میاں لعل دین نام کے ایک ممتاز رئیس تھے۔ ان کی لڑکی کو زحیر کاذب ہوئی اور اطباء نے قوابض سے کام لیا۔ مریضہ کی حالت بہت ردی ہوگئی۔ میاں لعل دین کو مجھ سے مذہبی رنج تھا۔ ادھر بیمار کی طرف سے یاس۔ کچھ اطباء نے بھی مدد ہی کی ہوگی۔ مجھے علاج کے لئے بلایا "عدو شود سبب خیر خدا خواہد" میں نے اس کو حال میں دیکھا کہ پٹ پڑ (جب چنا اپنے خول میں ہوتا ہے تو اس کو پٹ پڑ کہتے ہیں) کی طرح اس میں غلاظت ہے۔ مجھے یقین ہوا کہ زحیر کاذب ہے اور علاج میں غلطی ہوئی ہے۔ مگر میں خطرناک حالت میں جرات نہ کرسکا کہ کوئی امر ظاہر کروں۔ اس وقت مجھے طب جدید نے یہ فائدہ دیا کہ موجودہ طبیب جو اس وقت وہاں حاضر تھے سب طب انگریزی سے ناواقف تھے۔ میں نے ایک مرکب ایسا بتادیا جس میں پوڈا فلین تھی اور وہ تشخیص کارگر ہوگئی۔ اگر سو دست تھے تو گیارہ رہ گئے۔ دوسرے دن بھی میں نے وہی ترکیب استعمال کی جس پر انہوں نے باوجود کدورت مجھ کو یارقندی یابو مع زین دیا اور خلعت بھی دیا"۔ (حیات نورالدین اعظم صفحہ 114)

طبیب ہر ملک اور شہر میں ہوتے ہیں۔ کسی شخص کے پاس طب کا علم ہونا یا اس کے ہاتھ سے چند افراد کا شفایاب ہونا علمی لحاظ سے کوئی بڑا واقعہ نہیں لیکن حضرت حکیم مولانا نورالدین طبیب ہی نہیں بلکہ علم کا سمندر تھے۔ آپ نے اپنی زندگی اور شہرت سے ثابت کیا کہ اگر محنت کی جائے تو ایک سکول کا مدرس، جموں و کشمیر، بہاولپور اور رامپور جیسی ریاستوں میں شاہی طبیب کا درجہ بھی پاسکتا ہے۔ آپ کی جسمانی وفات آپ کے علم اور فن کی موت نہ تھی بلکہ آپ کا نام اور کارنامے عظیم طبی ورثہ کے طور پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

بقیہ از ص 12

کا نوکر ہوں۔ ایک دن میاں عبدالحیٔ مرحوم نے غصہ سے کہا کہ عبدالسلام نوکر کیوں کہتے ہو۔ تم کوئی نوکر ہو؟ کہہ دو میں نوکر نہیں ہوں۔ اندر کمرے میں حضرت خلیفہ اول سن رہے تھے۔ نہایت جوش سے کڑک کر فرمایا "عبدالحیٔ یہ کیا کہا تم نے۔؟ یہ نوکر ہے"۔ اور فرمایا "عبدالسلام اندر آؤ" ہم دونوں اندر گئے۔ فرمایا "کہو میرے سامنے میں نوکر ہوں" بچہ نے دہرا دیا۔ اس جذبہ کا اندازہ وہی لگاسکتے ہیں جو حضرت خلیفہ اول کی طبیعت سے واقف، آپ کی صحبت میں رہ چکے یا آپ کی سیرت کا مطالعہ کرچکے ہوں۔

وہ کوہ وقار تھے۔ غیور تھے۔ خوددار تھے۔ ان کا سر کبھی کسی کے سامنے نہ جھکا تھا۔ جھکا تو اپنے محبوب آقا کے سامنے جھکا اور اس عشق کامل کا نتیجہ تھا کہ ان کی ایک کم عمر لڑکی جو ان کی شاگرد بھی تھی اس کے لئے بھی اپنے پیارے بچے کا اتنا کہنا "کہو میں نوکر نہیں ہوں" سخت ناگوار گزرا" (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 610-611)

حضرت خلیفہ المسیح الاول کا مبارک عہد

(مضمون نگار: مکرم تنویر احمد صاحب شاہد۔ مربی سلسلہ احمدیہ)

وہ وقت بڑا ہی عجیب وقت تھا اور وہ لمحات ہوش ربا تھے جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو اور دلوں کی دھڑکنیں رک گئی ہوں۔ ہر طرف مخالفین کا ایک شور تھا کہ اب یہ جماعت کسی صورت بچ نہیں سکتی اور اب یہ کشتی ضرور ڈوبے گی۔ اسی تصور میں مخالفین نے احمدیوں کے سامنے کھڑے ہو ہو کر خوشی کے گیت گائے، مسرت کے ناچ ناچے، شادمانی کے نعرے لگائے اور فرضی جنازے بنا بنا کر نمائشی ماتمی جلوس نکالے۔ احمدیوں نے یہ سب ظلم اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کا دکھ اس کی تمام ترکیفیات کے ساتھ اپنے دلوں پر محسوس کیا لیکن اپنے انتہائی صبر کا دامن نہ چھوڑا اور اپنے آقا کی اس تعلیم کو حرز جان بنائے رکھا

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو

تب اس نہایت ہی تاریک وقت میں سنت اللہ کے موافق "قدرت ثانیہ" نے اپنا جلوہ دکھایا اور وہ نور، نورالدین کی شکل میں ظاہر ہوا، جس سے تمام ظلمتیں کافور ہو گئیں اور ہر احمدی دل کو سکینت بخشی اور وہ عظیم راہبر انہیں عطا ہوا جس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود...... نے آپ کے صدر انجمن احمدیہ کے پہلے صدر بننے پر فرمایا تھا۔

"مولوی صاحب کی رائے سو رائے کے برابر سمجھی جائے"

آپ کے عہد کو مختصراً یہ کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس عہد میں جماعت احمدیہ کو مٹانے کے لئے اپنوں اور بیگانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور ہر قسم کے حربے استعمال کئے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ حضرت خلیفہ المسیح اول کی عظیم قیادت میں وہ تمام حملے ناکام اور نامراد رہے اور جماعت احمدیہ ایک عظیم قوت بن کر ابھری۔

اندرونی فتنے اور انکا سدباب

خلافت احمدیہ کے خلاف جو فتنے اس دور میں اٹھے ہر روز ان کی شکل و صورت بدلتی رہی اور حملہ کرنے کے نت نئے انداز اختیار کئے گئے۔ اندرونی فتنوں کے پس منظر میں تو یہی ایک ہی روح کارفرما نظر آتی تھی کہ جیسے بھی ہو نظام خلافت کو ختم کیا جائے اور اگر یہ کلیۃً ختم نہ بھی ہو سکے تو اس کو ایک بے جان جسم کی طرح کر دیا جائے اور اس کی کوئی وقعت اور حیثیت نہ

ہو۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر منصب خلافت کے لئے "حضرت امام خلیفہ المسیح والمہدی" کے الفاظ کو بدل کر "حضرت خلیفہ صاحب" پھر حضرت مولوی صاحب اور بالاخر "میر مجلس" یعنی (پریذیڈنٹ) کے الفاظ لکھے جانے لگے تا خلافت کا تقدس ذہنوں سے مٹ جاوے اور بد قسمتی نے اس انتہا تک پہنچایا کہ خلیفہ المسیح کے اختیارات کو انجمن کے مقابل پر کم کر کے پیش کیا جانے لگا اور جلسہ سالانہ پر انجمن کی طرف سے جو پروگرام چھپوایا گیا اس میں خلیفہ المسیح کی تقریر کے لئے وقت متعین اور مقرر کر دیا گیا۔ خلافت کے ساتھ جن کی وفاداری ہر ایک کو مثالی نظر آتی تھی ان کو غلیظ ترین الزامات کا نشانہ بنایا، ان تنظیموں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جو خلیفہ المسیح کی طرف چلائے جانے والے تیروں کو ہر وقت اپنی ننگی چھاتیوں پر لینے کے لئے تیار اور مستعد رہتی تھیں، خلیفہ المسیح کو معزول کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ ان تمام فتنوں کے سدّ باب کے لئے مختلف طریق اپنائے گئے جن میں سے مختصراً چند ایک یہ تھے۔

حضرت مسیح موعود...... کے ارشاد کے مطابق اخبارات کے ذریعے باقاعدہ اعلان کر کے ایک عرصہ تک اجتماعی طور پر قدرت ثانیہ کے لئے دعائیں کی گئیں۔ حضرت خلیفہ المسیح جو پہلے ہی مقبول دعائیں کرنے والے بزرگ تھے نے دعائیں کرنے کے لئے ایک خاص کمرہ بنوایا اور خلوت میں رہتے ہوئے دعاؤں میں بے حد مصروف ہو گئے اور حق تو یہ ہے کہ ان تمام مخالفین کے مقابل پر آپ نے تن تنہا اس کمرے میں بیٹھ کر عاجزانہ دعاؤں کے برتے پر یہ میدان جیتا تھا اور اس خوف کو امن میں بدلنے والی یہ مقبول دعائیں ہی تھیں۔

آپ نے اپنی تقریروں میں منصب خلافت کو بار بار جماعت کے سامنے کھول کر رکھا اور بتایا کہ خلافت ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے۔ جو اگرچہ مومنوں کے انتخاب سے قائم ہوتا ہے لیکن دلوں پر کامل تصرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہوتا ہے اور وہ خود مومنوں کے دلوں کو اپنے منظور نظر کی طرف پھیر دیا کرتا ہے اور واضح کر دیا کہ خلیفہ کو معزول نہیں کیا جاسکتا اور ایک خلیفہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کا تصور بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ کی یہ کوششیں بارآور ہوئیں اور جماعت ایک نہایت ہی خطرناک گھڑے میں گرنے سے محفوظ رہی۔ اگرچہ شمع خلافت کے پروانے بھی دن رات اس سازشی گروہ کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے پر اس عظیم راہبر کی شان ہی جدا تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے خلافت اولیٰ کے بارے میں نہایت بلیغ انداز میں یہ تبصرہ فرمایا جو انتہائی جامع ہے۔ آپ فرماتے ہیں

"حضرت خلیفہ اول (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔ ناقل) کے عہد کا یہ (خلافت کو مستحکم کرنا) ایسا جلیل القدر کارنامہ ہے کہ اگر اس کے سوا آپ کے عہد میں کوئی اور بات نہ بھی ہوتی تو پھر بھی اس کی شان میں کوئی فرق نہ آتا۔ آپ نے خلافت کی بنیادوں کو ایسی آہنی

سلاخوں سے باندھ دیا کہ پھر کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی"۔

بیرونی فتنے اور انکا سد باب

آپ کے عہد میں جو فتنے اٹھے، ان کی نوعیت اگرچہ اندرونی فتنوں سے مختلف تھی لیکن ان میں بھی ہر روز ایک نیا انداز اپنایا گیا اور جونہی حضرت مسیح موعود..... نے اس دار فانی سے کوچ کیا آپ کے تمام مخالفین جن کی آپ کے سامنے آنے سے جان جاتی تھی یکدم منظم طور پر پوری طاقت اور قوت سے آپ کی جماعت کو مٹانے کے لئے فتح و نصرت کے شادیانے بجاتے ہوئے میدان میں نکل آئے اور سراسر جھوٹا، ظالمانہ اور زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو اس وقت ابھی سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہوئے تھے کے متعلق لکھا کہ وہ اپنے بھائیوں سے الجھ کر ان کو اور تمام احمدیوں کو قادیان سے نکال دینے کو ہیں۔ احمدیوں کی ارتداد کی جھوٹی خبریں اخبارات و رسائل کے ذریعے مشہور کی گئیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبارات کے ذریعے دوبارہ حملے کرنے شروع کر دیئے۔ جگہ جگہ مخالف علماء نے جماعت کے خلاف جلسے منعقد کرنے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ غرضیکہ چاروں طرف سے قدوسیوں کا یہ لشکر نرغہ اعداء میں گھر گیا۔ لیکن اپنے فتح نصیب جرنیل حضرت خلیفہ المسیح الاول کی قیادت میں دعا اور اسباب سے کام لیتے ہوئے اس لشکر نے ایسی چومکھی لڑائی لڑی کہ ایک طرف اندرونی فتنوں کا مقابلہ کیا تو دوسری طرف بیرونی مخالفوں کو ناکوں چنے چبا دیئے اور خدمت دین حق کی تاریخ میں روشن باب رقم کئے۔

درس قرآن

آپ کے عہد میں آپ کے درس قرآن و حدیث نے جماعت کی تربیت جس احسن رنگ میں کی اور جماعت احمدیہ کے دل میں جس طرح آپ نے "وہ عشق قرآن" جو آپ کے سینہ و دل میں ایک سمندر کی طرح موجیں مار رہا تھا منتقل کیا کہ ہر طرف اس کا چرچا ہونے لگا۔ آپ کے عہد میں رمضان شریف میں قادیان کا روحانی نظارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ دلوں پر قرآنی علوم کی بارش ہو رہی ہے اور فرشتے انوار و برکات تقسیم کر رہے ہیں اور دن رات قرآن سنایا جاتا تھا۔ اعتکاف میں حضرت خلیفہ اول کا درس قرآن صبح سے ظہر کی اذان تک پھر بعد از نماز ظہر عصر تک اور عصر سے شام اور پھر عشاء کی نماز کے بعد تک جاری رہتا۔ آپ مشکل مقامات کی تفسیر فرماتے اور سوالوں کے جواب دیتے اور اس طرح تین پارے ختم کرتے تھے۔ آپ کے زریں عہد میں ہی

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ ہونا شروع ہوا۔ آپ خود اس کام کی نگرانی فرماتے اور مولوی محمد علی صاحب سے جو یہ ترجمہ کر رہے تھے آپ نے اس کا بیشتر حصہ سنا اور نوٹ لکھوائے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کے درس و تدریس کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے "آپ کے درس میں یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک وسیع سمندر ہے جس کا ایک حصہ موجزن ہے اور دوسرا ساکن اور عمیق اور اس میں سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق پانی لے رہا ہے......حضرت خلیفہ اول کے قرآن کے درس کا نمایاں رنگ یہ ہوتا تھا کہ گویا ایک عاشق صادق اپنے دلبر و معشوق کو سامنے رکھ کر اس کے دلربا حسن و جمال اور دلکش خد و خال کا نقشہ پیش کر رہا ہے"۔

دنیا کو قرآن سنانے کے اس جوش کو جس طرح غیروں نے محسوس کیا اس کا تذکرہ خود اس عاشق قرآن کی زبانی سنئے۔ آپ نے اپنی تقریر جلسہ سالانہ 1908ء میں فرمایا

"کرزن گزٹ دہلی نے حضرت مسیح موعود......کی وفات کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے۔ ان کا سر کٹ چکا ہے۔ ایک شخص جو ان کا امام بنا ہے اس سے تو کچھ ہوگا نہیں ہاں یہ ہے کہ تمہیں مسجد میں قرآن سنایا کرے۔ سو خدا کرے یہی ہو میں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں"۔

آپ نے اپنے جانشین کے لئے بھی یہ پیغام دیا اور اپنی بیٹی امت الحئی صاحبہ کو فرمایا کہ میاں صاحب سے کہنا کہ ہمارے بعد عورتوں میں درس قرآن کو جاری رکھیں۔

اور خود اپنے لئے جو راہ اختیار کی اور آخرت میں جس چیز کو اپنے لئے نعمت عظمیٰ قرار دیا وہ یہی قرآن ہی تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا۔ تا حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سناؤں"۔

دعوت الی اللہ

اس سنہری دور میں دعوت الی اللہ کا کام بڑی سرعت کے ساتھ اور منظم طریق سے آپ کی امامت میں جماعت نے جاری رکھا اور نہ صرف یہ کہ اندرون ملک دعوت الی اللہ کی وسیع سکیمیں بنائیں گئیں اور ان کو عملی جامہ پہنایا گیا بلکہ احمدی داعی الی اللہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال تثلیث کے گھر یعنی لندن پہنچ کر ان کو جو وہاں سے انجیل سنانے یہاں آیا کرتے تھے قرآن سنانے لگے اور باقاعدہ جماعت نے وہاں ایک مرکز بنایا جس میں دن رات دعوت الی اللہ کا کام ہونے لگا اور اہل مغرب جوق در جوق یہاں آکر الہی پیغام سننے لگے اور اہل اسلام کی نظریں بھی اس مرکز پر جم

گئیں اور انہوں نے ان کوششوں کو بنظر استحسان دیکھا اور حق پسند جماعتوں نے اس کی خوب خوب تعریف کی۔

اندرون ہند دعوت الی اللہ کے لئے احمدیوں نے مختلف ناموں سے کئی تنظیمیں بنائیں جنہوں نے اس میدان میں ایک دوسرے سے بڑھ کر خدمت کرنے کی توفیق پائی۔ انجمن ارشاد، انجمن مبلغین، یا جس کا دوسرا نام "یادگار احمد" بھی تھا اور لاہور سے ینگ مین ایسوسی ایشن ان میں پیش پیش تھیں۔ ان تنظیموں نے متعدد پمفلٹ لکھے اور شائع کئے اور ملک ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیئے۔ حضرت مصلح موعود نے دعوت الی اللہ کے لئے ایک ملک گیر سکیم جماعت کے سامنے پیش فرمائی جس کے نفاذ کے لئے آپ نے دعوت الی الخیر فنڈ کھولا۔ اس سکیم میں آپ نے جماعت کو توجہ دلائی کہ ہندوستان کے تمام قصبوں اور شہروں میں جلسے کئے جائیں۔ مختلف مقامات پر واعظ مقرر ہوں اور ہر زبان میں ٹریکٹ شائع کئے جائیں، سکول کھولے جائیں۔

اس دور میں متعدد مباحثے ہوئے جن کے ذریعے ہر طبقے تک احمدیت کا پیغام پہنچا۔ اس دور پر نظر ڈالیں تو جماعت احمدیہ کے چھوٹے اور بڑے سب ہی اس کام میں جتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی کسی شادی پر گیا ہے تو وہاں دعوت الی اللہ کر رہا ہے۔ اپنے کسی نجی سفر پر نکلا ہے تو بھی اور اگر محض سیر و

دعوت الی اللہ کا کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دیا۔ یہ لوگ ہر طرف آواز دیتے چلے گئے پھر جس کی فطرت نیک تھی وہ بالآخر آہی گیا۔

تحریکات

اجتماعی دعا کی تحریک

اس دور کی سب سے پہلی بابرکت تحریک جو حضرت خلیفہ المسیح الاول نے کی وہ حضرت مسیح موعود...... کے اس ارشاد کی تکمیل کے لئے تھی کہ تمام جماعت مختلف دیار و امصار میں قدرت ثانیہ کے ظہور کے لئے اجتماعی دعائیں کریں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ المسیح نے مولوی محمد علی صاحب کو حکم دیا کہ وہ اخبارات میں اجتماعی دعا کی تحریک شائع کریں اور انہوں نے اس کی تکمیل میں اعلان کیا اور پھر حسب ارشاد جماعت نے اس بابرکت تحریک میں حصہ لیا۔

واعظین کا تقرر

حضرت خلیفہ المسیح الاول نے سلسلہ احمدیہ کی ضرورتوں کے پیش نظر جماعت میں باقاعدہ واعظ مقرر کرنے کی تحریک فرمائی۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود...... کے زمانے میں یہ کام جماعت کے سبھی چھوٹے بڑے کیا کرتے تھے لیکن انجمن احمدیہ کے زیر انتظام ایسا نظام

حضرت خلیفۃ المسیح کی تحریک پر ہی عمل میں آیا اور اول الواعظین شیخ غلام احمد صاحب نومسلم مقرر ہوئے اور بعدازاں یہ سلسلہ جاری رہا۔

مدرسہ احمدیہ کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح کے دل میں اپنی خلافت کے ابتدائی ایام میں ہی یہ تحریک اٹھی کہ حضرت مسیح موعود..... کی یادگار کے طور پر کوئی اعلیٰ پیمانہ پر دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں واعظین اور مبلغین تیار کئے جائیں۔ لہٰذا آپ کے حکم سے جماعت کے چند بزرگوں نے یہ تحریک جماعت کے سامنے رکھی۔ اگرچہ صدر انجمن کے بعض سرکردہ لوگوں نے اس کی مخالفت کی لیکن آپ کی یہ دلی تمنا یکم مارچ 1909ء کو اس وقت پوری ہوگئی جب آپ نے اس عظیم درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کی رائے کے موافق اس کا نام "مدرسہ احمدیہ" رکھا جو آج جامعہ احمدیہ کی صورت میں دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہے۔

یتامیٰ اور مساکین فنڈ

جنوری 1909ء میں حضور نے یتامیٰ اور مساکین فنڈ کی اعانت کی تحریک فرمائی اور خود اس میں سو روپیہ بھی عطا فرمایا۔

علم تعبیر الرؤیا کیطرف توجہ

علم الرؤیا جو ورثہ انبیاء ہے اس کے متعلق آپ نے جماعت کو تحریک فرمائی کہ ہم سے پہلے بزرگوں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا لیکن اب کئی نئی ایجادیں نکل آئیں ہیں۔ ہمیں نئی ضروریات کے لئے اس فن کی ضخیم کتاب تیار کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

قرآن وحدیث کی اشاعت

آپ نے ایک اہم تحریک یہ فرمائی کہ مال غنیمت کی تقسیم کے لئے جو اللہ اور رسول کا حق ہے اس کا مصرف موجودہ زمانہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات اس کے افعال اور اس کے کلام پاک کی اشاعت پر رسالے اور ٹریکٹ شائع کئے جائیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کی ادائیگی کے لئے حدیث شریف کی اشاعت اور حضور کی ذات اور آپ کے خلفاء پر اعتراضات کے جوابات پر روپیہ خرچ کیا جاوے۔

دو نہایت مبارک تحریکیں

قرآن کریم سے آپ کو جو بے پناہ عشق تھا اس

کا ایک معمولی سا اظہار پہلے کیا جاچکا ہے۔ اس عشق کی مستی میں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ قرآن سنانے، اس پر غور و فکر کی عادت ڈالنے کے لئے آپ نے دو نہایت مبارک تحریکیں فرمائیں۔

(1) قرآن کریم کے درس کے لئے ایک خاص کمرہ تعمیر کیا جائے۔ آپ کی اس تحریک پر فوراً لبیک کہتے ہوئے حضرت اماں جان نے زمین کا ایک قطعہ پیش کیا۔

(2) آپ نے قرآن کریم کے اسماء، افعال اور حروف کی فہرستیں تیار کرنے کا کام اپنے خدام کے سپرد کیا تا ان میں تدبر فی القرآن کا ذوق پیدا ہو۔

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی مالی اعانت

تحریکات کے ضمن میں آخر پر یہ عرض ہے کہ حضرت خلیفہ المسیح الاول بھی نیکی کی تحریک کو نظر انداز نہ کیا کرتے تھے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ چنانچہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے متعلق نہ صرف یہ کہ جماعت کو اس کی امانت میں چندہ دینے کی تحریک فرمائی بلکہ ایک ہزار روپیہ نقد بھی بھجوادیا۔

تعمیرات

آپ کے عہد میں متعدد عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوئیں جن میں بیوت الذکر، تعلیم الاسلام ہائی سکول، بورڈنگ، پبلک لائبریری اور مدرسہ احمدیہ کا بورڈنگ جو خاص حضرت خلیفہ المسیح کی گرانقدر اعانت سے تعمیر ہوا۔ محلہ دارالعلوم جس کا یہ نام خود حضرت خلیفہ المسیح نے رکھا اس دور میں وجود میں آیا اور اس میں عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوئیں اور محلہ ناصر آباد کی بنیاد بھی اسی مبارک دور میں رکھی گئی۔ بیت اقصیٰ کی توسیع کا کام ہوا اور اس توسیع کی داستان بھی بڑی ہی ایمان افروز اور دلچسپ ہے۔ جب مزدور نہیں مل رہے تھے اور جلسہ سالانہ کے دن قریب تر تھے تب خود حضرت خلیفہ المسیح باوجود بڑھاپے کے مزدوروں کی طرح کام کرنے لگے تو آپ کے عشاق نے اپنے اس بوڑھے مگر جواں ہمت امام عالی مقام کی اقتداء میں دن رات کام کر کے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے چودہ سو سال پہلے کی سنت نبوی کو پھر سے زندہ کردیا۔

صحافت

جماعت احمدیہ نے اس دور میں جو صحافتی خدمات سرانجام دیں آئیے اب کچھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس مبارک دور میں جماعت احمدیہ کے پریس میں نمایاں اضافہ ہوا اور دین حق کی سر بلندی کے لئے ان گنت

مضامین لکھے اور شائع کئے گئے۔ متعدد کتب شائع کی گئیں۔ اخبارات و رسائل کا اجراء ہوا۔ ہمارا پیارا الفضل بھی اسی دور میں جاری ہوا۔ اخبار نور، الحق، پیغام صلح جاری ہوئے۔ رسائل میں سے "احمدی" اور "خاتون" اور ہفتہ وار عربی رسالہ "مصالح العرب" جاری ہوئے۔ الحکم اور البدر بھی بدستور نکلتے رہے لیکن البدر آپ کے عہد کے آخری ایام میں جب حکومت کی طرف سے زر کثیر ضمانت طلب کی گئی جو ادا نہ ہو سکی تو یہ رسالہ بند ہو گیا۔

اولیات

(1) جماعت احمدیہ کا پہلا اجماع آپ کی خلافت پر ہوا۔ (2) آپ حضرت مسیح موعود...... کے پہلے خلیفہ ہونے کی وجہ سے اس پیشگوئی کے اول مصداق ٹھہرے "میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے"۔ (3) سیدنا حضرت مصلح موعود نے امیر مقامی کی حیثیت سے قادیان میں پہلا جمعہ پڑھایا۔ (4) 25 مارچ 1910ء کو حاضری کی کثرت کی وجہ سے خطبہ جمعہ میں چار آدمی آگے آواز پہنچانے کے لئے مقرر کئے گئے۔ تاریخ احمدیت میں یہ پہلا موقع تھا جب ایسا کرنا پڑا۔ (5) جماعت میں اندرون ملک پہلی مرتبہ باقاعدہ واعظ مقرر ہوئے اور اول الواعظین شیخ غلام احمد صاحب مقرر ہوئے۔ (6) آپ کے عہد میں صدر انجمن کا پہلا اجلاس سیدنا محمود کی زیر صدارت قادیان میں 30 مئی 1908ء بوقت آٹھ بجے صبح منعقد ہوا۔ (7) آپ نے بیت المال کا ایک مستقل محکمہ قائم فرمایا اور زکوٰۃ کے روپیہ کے اس میں آنے کا حکم دیا۔ (8) خلافت اولیٰ میں پہلا نیا اخبار "نور" جاری ہوا۔ (9) احمدی مستورات کی تربیت کے لئے جماعت میں پہلا رسالہ "خاتون" جاری ہوا۔ (10) انگلستان کو پہلا احمدی مبلغ روانہ ہوا۔ (11) احمدی خواتین پہلی مرتبہ بیت اقصیٰ کے خطبات جمعہ میں شریک ہونے لگیں۔ (12) شیعہ اصحاب سے پہلی دفعہ مباحثہ ہوا۔ (13) پہلا عربی رسالہ مصالح العرب جاری ہوا۔ (14) اندرون ملک کی جماعتوں نے پہلی دفعہ سالانہ جلسے منعقد کرنا شروع کئے۔

•••••

بقیہ از ص ---- 21

میں دو قسم کے منافق تھے ایک اہل کتاب اور ایک مشرک، اہل کتاب کے لئے نرم یعنی بعضھم کا نرم لفظ اور مشرکین کے لئے سخت الیٰ شیاطینھم بولا ہے"۔

منشی صاحب یہ عجیب نقطہ سن کر اپنی مسند پر سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آکر فرمایا کہ آپ وہاں بیٹھیں اور میں بھی اب آپ سے قرآن شریف پڑھوں گا۔ (حیات نور صفحہ 45)

حضرت خلیفة المسیح الاول

کے اساتذہ، تلامذہ اور آپ کی تصنیفات

یہ فہرست ایک مقالہ بعنوان "حضرت مولانا حکیم نورالدین بھیروی ......" کی مدد سے تیار کی گئی ہے۔ یہ مقالہ مکرم محمد ادریس صاحب نے امتحان ایم اے تاریخ کے سلسلہ میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے لئے لکھا اور ہم مکرم حبیب الرحمان صاحب زیروی اسسٹنٹ انچارج خلافت لائبریری کے بھی مشکور ہیں جنہوں نے یہ مقالہ ہمیں استفادہ کے لئے بھجوایا۔

1۔ اساتذہ

آپ کے اساتذہ میں پہلا مقام آپ کے والدین کا ہے اس لئے کہ آپ نے ہر دو بزرگوں سے قرآن مجید پڑھا اور اس زمانے میں فقہ کی چند کتابیں بھی اپنی والدہ سے پڑھیں تھیں۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ 55)

2۔ میاں غلام حیدر صاحب، حاجی کریم بخش صاحب اور حاجی شرف الدین صاحب سے بھیرہ میں مدرسہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 20)

3۔ حکیم غلام دستگیر صاحب لاہوری سے طب کی تعلیم کا آغاز ہوا۔

4۔ منشی محمد قاسم صاحب کشمیری سے لاہور میں فارسی کی تکمیل کی۔

5۔ مرزا امام ویروی صاحب سے خوشخطی کی کچھ مشق کی۔

6۔ حکیم اللہ دین صاحب لاہوری سے بھی طب کا درس لیا۔

7۔ مولوی سلطان احمد صاحب (برادر بزرگ مولانا نورالدین صاحب) سے بھی عربی کی باضابطہ تعلیم حاصل کی۔

8۔ مولوی سکندر علی صاحب ہیڈ ماسٹر نارمل سکول راولپنڈی سے بھی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

9۔ شیخ غلام نبی صاحب ہیڈ ماسٹر لون میانی سے ریاضی میں استفادہ کیا۔

10۔ منشی نہال چند صاحب ساکن شاہ پور سے علم اقلیدس سیکھا۔

11۔ مولوی احمد دین صاحب بگوی سے ایک سال تک عربی زبان کی درسی کتابیں پڑھیں۔

12۔ حکیم محمد بخش صاحب سے لاہور میں طب کی تعلیم حاصل کی۔

13۔ سید حسن شاہ صاحب سے رامپور میں مشکوٰۃ کا درس لیا۔

14۔ مولوی عزیز اللہ خان افغان سے علم فقہ پڑھی۔

15۔ مولوی ارشاد حسین صاحب مجددی سے فلسفہ اور علم فقہ رامپور میں پڑھا۔ (مولوی ارشاد حسین کے جد اعلیٰ حضرت مجدد الف ثانی تھے)

16۔ مفتی محمد سعد اللہ صاحب سے دیوان متنبّی پڑھا۔

17۔ مولوی عبد العلی صاحب سے منطق کا درس لیا۔

18۔ سعد اللہ صاحب رڑیال سے منطق کا درس لیا۔

19۔ حکیم عبد الکریم صاحب سے رامپور میں درس لیا۔

20۔ مولوی حکیم علی حسین صاحب سے لکھنو میں علم طب میں استفادہ کیا۔ حکیم علی حسین صاحب کے رامپور چلے جانے کے باعث مولانا نور الدین بھی ان کے ساتھ رہے اور ایک سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔

21۔ حافظ احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے بھی استفادہ کیا۔

22۔ مولوی عبد القیوم صاحب سے آپ نے صحیح بخاری اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ھدایہ پڑھی۔

23۔ پنڈت ہر نامداس صاحب سے ہندی طب پڑھی اور امرت ساگر اور سسرت سبقاً سبقاً پڑھا۔

بلاد عرب میں جن اساتذہ سے استفادہ کیا۔

24۔ شیخ محمد خزرجی صاحب سے نسائی ابو داؤد اور ابن ماجہ کا درس لیا۔

25۔ شیخ الحدیث سید حسین صاحب سے حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم پڑھی۔

26۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکہ سے موطا امام مالک پڑھی۔

27۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب مجددی کے درس میں شمولیت کی اور لمبا عرصہ ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثوں کی روایات کی سند بھی پائی۔

تلامذہ

حضرت مولانا نور الدین خلیفہ المسیح الاول نے یوں تو اپنی شاگردی کے زمانہ سے ہی پڑھانا شروع کر دیا تھا اور تحصیل علم کے بعد بھیرہ واپسی پر باقاعدہ درس و تدریس کا آغاز کیا اور تشنگان علم و حکمت آپ سے فیضیاب ہوتے رہے (آپ مشکوٰۃ کا درس دیتے تھے)۔ آپ کے شاگردوں کا شمار مشکل ہے۔ البتہ اختصار سے چند ایک شاگردوں کے نام لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان ناموں سے ہی بخوبی اندازہ ہوجائیگا کہ یہ نام ایک طرف تو کسی تعارف کے محتاج نہیں اور دوسری طرف ان کے ذکر کے لئے دفتر چاہئیں۔

1۔ آپ کے نمایاں ترین اور عزیز ترین شاگرد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ المسیح الثانی تھے۔ آپ نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن کریم اور صحیح بخاری پڑھی۔

2۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے
3۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب
4۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب
5۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب
6۔ مکرم مولوی محمد علی صاحب (امیر انجمن اشاعت اسلام لاہور)
7۔ مکرم اکبر شاہ خان صاحب۔ نجیب آبادی
8۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی
9۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی
10۔ مکرم غلام نبی صاحب مصری
11۔ مکرم نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ
12۔ مکرم دبیر سراج الحق صاحب نعمانی
13۔ مکرم نورالدین صاحب جمونی

ان کے علاوہ مہاراجہ رنبیر سنگھ، راجہ امر سنگھ اور راجہ رام سنگھ (جموں کشمیر) نے آپ سے قرآن پڑھا۔ آخرالذکر نے تو سارا قرآن مجید باترجمہ آپ سے پڑھا اور دل سے مسلمان بھی ہو گئے۔

تصنیفات

فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحہ الکتاب 1879ء
فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب
ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات
تصدیق براہین احمدیہ 1890ء
ابطال الوہیت مسیح 91-1890ء
ردّ تناسخ 1891ء
تفسیر سورۃ جمعہ 1903ء
درس القرآن 1909ء
خطبات نور 1912ء
حیات نورالدین 1926ء
تفسیر احمدی 1915ء
روحانی علوم 1928ء
خطوط جواب شیعہ و ردّ نسخ قرآن 1901ء
نورالدین بجواب ترک اسلام 1904ء
دینیات کا پہلا رسالہ 1906ء
مبادی الصرف والنحو 1906ء
ترجمہ القرآن پارہ اول مع تفسیری حواشی
وفات مسیح موعود 1908ء
مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین 1331ھ
کلام امیر معروف بہ ملفوظات نور 1918ء
مجربات نورالدین (3 جلدیں) 1909ء
اصل بیاض نورالدین 1928ء
(ماخوذ از حیاۃ نور صفحہ 739 تا 744)

عبدالباسط

27 دسمبر 1910ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ معرفت کی باتیں ہیں۔ مجھے کہنے میں معذور سمجھو۔ میرے دل کی خواہش برس بھر سے تھی۔ بدگمانی یہی ہوئی کہ شاید پیسوں کے لئے بلاتا ہے۔ میں مالوں کا خواہشمند نہیں، میرا نام آسمان میں عبدالباسط ہے۔ باسط اسے کہتے ہیں جو فراخی سے دیتا ہے...... میرا مولا وقت پر مجھے ہر چیز دیتا ہے۔ اس کے بڑے بڑے

اللہ اللہ نور دیں تھا کتنا عالی مرتبہ

مٹ نہیں سکتی تصور سے وہ نقش دل پذیر
وہ محب مہدی آخر زماں وہ نور دیں

چشمہ ہائے علم و حکمت جس کے ہونٹوں سے رواں
جس کے دل میں موجزن تھا ایک دریائے یقیں

نور حسن یار تھا طلعت سے عاشق کی عیاں
داغ مہ بھی جس سے شرمائے وہ تھا داغ جبیں

(جناب راجہ نذیر احمد ظفر صاحب)
(بحوالہ الفرقان ۱۹۶۶ء)

مسیحا یاد در خلد بریں رفت
1914ء

(بحوالہ الفضل 1914ء)

دریغا نور از روئے زمیں رفت
جہاں تاریک شد چوں نور دیں رفت
مکمل نور بود از ہر کمالے
من الکملاء اکمل کاملیں رفت
حکیم و حاجی الحرمین و حافظ
بعشق پاک قرآن متیں رفت
دلم مجروح از زخم فراقش
طبیب حاذق دنیا و دیں رفت

(جناب محمد دلپذیر بھیروی صاحب)

نورِ دیں نورِ یقیں پیکرِ صدق و صفا
حق شناس و حق نواز و حق پرست و حق نما

ارفع و اعلیٰ وہ رکھتا تھا توکل کا مقام
وقف رکھا مال و جاں کو بہر دینِ مصطفیٰؐ

اہلِ دانش بحرِ حکمت واقف دیر و حرم
خدمت قرآن و ملت زندگی کا مدعا

کشتۂ عشق و وفا مہدی کا منظورِ نظر
اللہ اللہ نور دیں تھا کتنا عالی مرتبہ

(جناب چوہدری شبیر احمد صاحب)

ازل سے ہوا اہتمامِ خلافت
ابد تک رہے گا نظامِ خلافت
پتنگے محبت کے جلتے ہیں جس میں
وہ ہے شعلۂ شمع بامِ خلافت
وہ طائر ہے بھٹکا ہوا بوستاں سے
نہیں جس کی گردن میں دامِ خلافت

(جناب شیخ روشن دین صاحب تنویرؔ)

سیدنا خلیفۃ المسیح الاول نورالدین...... غیروں کی نظر میں

(ترتیب و تحریر: مکرم مقصود احمد صاحب منیب)

جماعت احمدیہ میں حضرت مسیح موعود........ کے بعد سب سے بلند مقام حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفہ المسیح الاول کا ہے جو اول المبایعین تھے اور پوری وفا کے ساتھ بیعت کے تقاضوں کو نبھاتے رہے مگر جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے اور یہی حق کی علامت ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دشمنوں اور مخالفوں سے بھی منوالیتا ہے اور خصوصاً غیر متعصب اہل نظر اور صاحب بصیرت افراد تو واشگاف الفاظ میں اس کو بیان کرتے ہیں اور عقائد کے اختلاف سے قطع نظر اس حسن کا اقرار کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی غیروں نے آپ کے متعلق جن تاثرات کا اظہار کیا وہ بذات خود احمدیت کی صداقت کا زندہ ثبوت بن چکے ہیں۔

چنانچہ جب پادری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود..... کے خلاف مقدمہ قتل دائر کیا تو اس مقدمہ میں حضرت خلیفہ اول کی شہادت بھی لی گئی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے صاحب عدالت ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ مسٹر ڈگلس کے ریڈر راجہ غلام حیدر لکھتے ہیں:

"مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت سے قبل مولانا نورالدین صاحب کی شہادت ہوئی۔ ان کی سادہ ہیئت یعنی ڈھیلی ڈھالی سی بندھی ہوئی پگڑی اور کرتے کا گریبان کھلا ہوا اور شہادت ادا کرنے کا طریق نہایت صاف اور سیدھا سادھا ایسا موثر تھا کہ خود صاحب ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ خدا کی قسم اگر یہ شخص کہے کہ میں مسیح موعود ہوں تو میں پہلا شخص ہوں جو اس پر پورا پورا غور کرنے کے لئے تیار ہوں گا"۔ (حیاۃ نور صفحہ 226)

یہ رائے تو آپ کے حسن ظاہری اور راستبازی کی بے پناہ کشش کا ایک نمونہ ہے۔ آپ کا سینہ علم روحانی سے منور تھا اور معارف کا ایک بحر بیکراں اس میں موجزن تھا۔

یگانہ روزگار انسان

چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والے جو ہزاروں انسانوں کے پیشوا تھے آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

"ایں مولوی بلائیست کہ در ہندوستان اورا علامہ

(ترجمہ) یہ مولوی نورالدین وہ یگانہ روزگار انسان ہے جسے ہندوستان میں علامہ کہتے ہیں۔ (اشارات فریدی جلد نمبر 3 صفحہ 44)

صوفی ترقی کرتا ہے تو نورالدین بنتا ہے

آپ علم کا مینار اور معرفت کی علامت بن چکے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب کہ آپ کی سر سید احمد خان صاحب سے خط و کتابت تھی آپ نے انہیں خط لکھا اور پوچھا کہ جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کر کے حکیم ہوجاتا ہے۔ حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ اس کا جواب سر سید نے یہ دیا کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو نورالدین بنتا ہے۔ ("بدر" 6 مئی 1909ء، لطائف صادق صفحہ 9)

مجھ کو فخر ہے کہ اتنا بڑا عالم دیکھا ہے

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الاول نے 1893ء میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ میں ایک بصیرت افروز لیکچر دیا اور یہیں آپ سے مشہور مسلم مشنری مولوی حسن علی صاحب مونگھیری کی ملاقات بھی ہوئی۔ انہوں نے واپسی پر آپ کے بارہ میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے:

" 1893ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں مجھ کو شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہاں پر میں اس عالم مفسر قرآن سے ملا جو اپنی نظیر اس وقت سارے ہند کیا بلکہ دور دور تک نہیں رکھتا یعنی مولوی حکیم نورالدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں 1887ء کے سفر پنجاب میں بھی حکیم صاحب ممدوح کی بڑی تعریفیں سن چکا تھا۔ غرض حکیم صاحب نے انجمن کے جلسے میں قرآن کی چند آیتیں تلاوت کر کے ان کے معنے اور مطالب کو بیان کرنا شروع کیا۔ کیا کہوں کہ اس بیان کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ حکیم صاحب کا وعظ ختم ہوا اور میں نے کھڑے ہو کر اتنا کہا کہ مجھ کو فخر ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اتنے بڑے عالم اور مفسر کو دیکھا اور اہل اسلام کو جائے فخر ہے کہ ہمارے درمیان اس زمانے میں ایک ایسا عالم موجود ہے"۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 صفحہ 147)

ان کی دعائیں ذریعہ نجات ہیں

مولانا عبیداللہ صاحب سندھی علامہ اقبال کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کو معلوم نہیں کہ میں مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوا۔ آپ مولانا محمد علی صاحب اور مولانا صدرالدین صاحب سے دریافت کرسکتے ہیں کہ مولانا مرحوم میرے متعلق کیا خیال رکھتے تھے۔ ان کی دعاؤں کو میں اپنے لئے ایک ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ محض اس وجہ سے میرے دیو بندی کشمیری دوستوں نے میری تکفیر سے گریز نہیں کیا مگر میری محبت اس پارٹی سے کم نہیں ہوئی"۔

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

"مولانا نورالدین کو علماء.........میں بہت بڑے درجہ پر مانتا ہوں......اس لئے میں مولانا نورالدین کے خاص شاگردوں کی بہت عزت کرتا ہوں"۔ (مولانا کے سیاسی مکتوبات بنام ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صفحہ 45، 47)

ایک زبردست فیلوف انسان

مارچ 1913ء میں ایک غیر احمدی صحافی......محمد اسلم صاحب چند دن قادیان میں رہے اور جا کر حضرت خلیفہ المسیح الاول کے بارہ میں جو رائے قائم کی اور جو بیان دیا وہ ذیل میں درج ہے:

"مولوی نورالدین صاحب جو بوجہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اس وقت احمدی جماعت کے مسلمہ پیشوا ہیں۔ جہاں تک میں نے دو دن ان کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصتاً للہ کے اصول پر نظر آیا کیونکہ مولوی صاحب کا طرز عمل قطعاً ریاء و منافقت سے پاک ہے اور ان کے آئینہ و دل میں صداقت (دین حق) کا ایک زبردست جوش ہے جو معرفت توحید کے صاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعے بروقت ان کے بے ریاء سینے سے ابل ابل کر تشنگان معرفت توحید کو فیضیاب کر رہا ہے۔ اگر حقیقی (دین حق) قرآن مجید ہے تو قرآن کریم کی صادقانہ محبت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں میں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی۔ یہ نہیں کہ وہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہیں، نہیں بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان اور نہایت ہی زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قرآن مجید کی محبت میں گرفتار ہوگیا ہے کیونکہ جس قسم کی زبردست فلسفیانہ تفسیر میں نے ان سے درس قرآن مجید کے موقع پر سنی غالباً دنیا میں چند آدمی ایسا کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں گے......اپنے فرض کی ادائیگی میں اے خیر القرون کے قدسی صفت....کا پورا پیرو کہنے میں اگر منافقت کروں تو یقیناً میں صداقت کا خون کرنے والا ہو جاؤں۔

مولوی صاحب کے تمام حرکات و سکنات میں صحابہ کی سادگی اور بے تکلفی کی شان پائی جاتی ہے۔ اس نے نہ اپنے لئے کوئی تمیزی نشان مجلس میں قائم کر رکھا ہے نہ کسی امیر و غریب کے لئے اور نہ تسلیم و کورنش اور قدم بوسی جیسی پیر پرستی کی لعنت کو وہاں

جگہ دی گئی ہے"۔ (بدر 13 مارچ 1913ء)

سر سید احمد صاحب کا آپ سے تفسیر توریت لکھوانے کا ارادہ

کسی شخص کی علمی و عملی قابلیت کا اظہار اور پتہ اس بات سے ملتا ہے کہ اس کی علمی و عملی قابلیت کے معترفین بھی موجود ہوں۔ سر سید نے جب اہل یہود و نصاریٰ پر حملہ کرنے کا سوچا تو تورات کی تفسیر کی ضرورت پیش آئی۔ اس ضمن میں مولوی عنایت الرسول ایک مشہور عالم اور اہل عیسیٰ سے مناظرات کرنے کا خاص جوش و خروش اپنے سینہ میں رکھتے تھے نیز وہ عبرانی اور یونانی زبانیں بھی جانتے تھے۔ انہوں نے خود سر سید سے کہا کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے میں تورت کی تفسیر لکھ دیتا ہوں۔ سر سید مرحوم نے یہ تجویز منظور کی اور مولوی صاحب کی مدد کے لئے انہوں نے جب پورے ہندوستان کے مسلمان علماء پر نظر دوڑائی تو ان کی نظر مولانا نورالدین پر پڑی اور انہوں نے حضور کی خدمت میں درخواست کی اور حضور نے اپنے تمام مشاغل چھوڑ کر اسلام کی خدمت کرنے کی حامی بھرلی۔ یہ بات آپ کے قادیان آنے سے پہلے کی ہے۔ ذرا دیکھیئے کہ پورے ہندوستان میں آپ کے پائے کا کوئی عالم نہ تھا جس سے سر سید یہ خدمت لے سکتے۔ اس سے آپ کا وہ مقام جو سر سید کی نظر میں تھا ایک روشن دن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے۔

آپکی وفات پر تبصرے

سو برس کی گردش کے بعد ایسا انسان پیدا ہوتا ہے

اخبار زمیندار (10 مارچ 1914ء) کی رائے ملاحظہ ہو:

"آج کی ہندوستانی برقی خبروں میں یہ خبر عام مسلمانوں بالخصوص احمدی دوستوں میں نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب جو زبردست عالم اور جید فاضل تھے 13 مارچ 1914ء کو کئی ہفتے کی مسلسل علالت کے بعد دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کرگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولوی حکیم نورالدین اپنے عقیدت مندوں کی جماعت میں خلیفہ المسیح کے لقب سے ملقب تھے اور مرزا غلام احمد مغفور کے جانشین کہلاتے تھے اس لئے احمدی افراد کو ان کی وفات سے ایسا شدید صدمہ محسوس ہوگا جو انہیں مدت مدید تک بے قرار رکھے گا۔ اگر مذہبی عقائد سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو بھی مولانا حکیم نورالدین کی شخصیت اور قابلیت ضرور اس قابل تھی کہ تمام مسلمانوں کو رنج و افسوس کرنا چاہیئے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس کی گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کیا کرتا ہے۔ الحق اپنے تبحر علمی و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔ افسوس ہے آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا۔ ہمیں اس حادثہ الم افزا میں اپنے احمدی دوستوں سے جن کے سر پر غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ گرا ہے دلی ہمدردی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ارحم

الراحمین مولوی حکیم نورالدین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے عقیدت مندوں اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے"۔

مولانا محمد علی جوہر اخبار ہمدرد (دہلی) میں رقم طراز ہیں:

"مرحوم فرقہ احمدیہ کے ممتاز ترین رکن تھے اور اعلیٰ درجہ کی مذہبی قابلیت رکھنے کے علاوہ ایک مشہور طبیب بھی تھے"۔

منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار (لاہور):

"آپ نے متعدد کتابیں اسلام کی تائید میں لکھیں اور متانت کے ساتھ معترضوں کو دندان شکن جواب دیئے اور بعض تصانیف میں بڑی تحقیق و تدقیق کا ثبوت بہم پہنچایا۔ سب سے زیادہ شہرت و عزت اپنی جماعت میں آپ کو قرآن شریف کے (حقائق) و معارف کی تشریح کے باعث حاصل ہوئی جس میں آپ علوم جدیدہ و تازہ تحقیقات فلسفیہ پر نظر رکھتے تھے اور اسلام کو فطرت کے مطابق ثابت کرتے تھے"۔ (الفضل 18 مارچ 1914ء صفحہ 2 کالم نمبر 3)

مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر الہلال (کلکتہ) آپ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

"حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ثم قادیانی علامہ دہر تھے جن کی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گذری۔ ہر مذہب و ملت کے خلاف اسلام کا ردّ آپ نے آیات قرآنی سے کیا۔ آپ کے پاس علم تفسیر کا بہت بڑا ذخیرہ تھا"۔ (18 نومبر 1914ء صفحہ 373)

اخبار طبیب (دہلی) لکھتا ہے:

"افسوس کہ ہندوستان کے ایک مشہور و معروف طبیب مولوی حاجی حکیم نورالدین صاحب جو علوم دینیہ کے بھی متبحر عالم با عمل تھے اور جماعت احمدیہ کے محترم پیشوا کچھ عرصہ عوارض ضعف پیری میں مبتلا رہ کر آخر جمعہ گذشتہ کو قریباً اسی سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حکیم صاحب مغفور بلا امتیاز احمدی و غیر احمدی، مسلم یا غیر مسلم کے ساتھ شفقت علیٰ خلق اللہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ کے طریق علاج میں چند باتیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ (1) یار و اغیار، مومن و کافر سب کو ایک نظر سے دیکھنا۔ (2) طب یونانی و ویدک کے علاوہ مناسب موقعہ ڈاکٹری مجربات سے بھی ابنائے ملک و ملت کو مستفید فرمانا۔ (3) بعض خطرناک امراض کا علاج قرآن شریف سے استخراج کرنا۔ (4) دوا کے علاوہ دعا بھی کرنا۔ (5) علاج معالجہ کے معاملے میں کسی دنیوی حاجات سے مرعوب نہ ہونا۔ (6) مریضوں سے مطلق طمع نہ رکھنا اور آپ کا اعلیٰ درجہ کا توکل و استغناء۔ (7) نادار و مستحق مریضوں کا نہ صرف علاج مفت کرنا بلکہ اپنی گرہ سے بھی ان کی دستگیری و پرورش کرنا خصوصاً طلباء قرآن و حدیث و طب کی"۔

اخبار انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڑھ (18 مارچ 1914ء) کی رائے دیکھیں:

"قطع نظر اپنے مختصر الفرقہ بعض خاص معتقدات کے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حکیم صاحب مرحوم

ایک نہایت بلند پایہ عالم با عمل اور علوم دینیہ کے بہت بڑے خادم تھے۔ اس پیرانہ سالی اور ضعف مرض کی حالت میں بھی آپ کا بیشتر وقت تعلیم و تعلم میں صرف ہوتا تھا اور ایک طبیب حاذق ہونے کی حیثیت سے بھی آپ خلق اللہ کی بہت خدمت بجالاتے تھے۔ اس لحاظ سے بھی مرحوم کا انتقال واقعی سخت رنج وملال کے قابل ہے"۔

منشی محمدالدین صاحب فوق کشمیری میگزین لاہور (21 مارچ 1914ء) میں لکھتے ہیں:

"نہایت رنج و افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ حکیم حافظ حاجی مولوی نورالدین صاحب جو بلحاظ عقائد جماعت احمدیہ کے خلیفہ المسیح بلحاظ علم و فضل مسلمانوں کے مایہ ناز اور بلحاظ ہمدردی عوام انسانیت کے لئے مایہ افتخار تھے کچھ عرصہ کی علالت کے بعد 13 مارچ کو بعد دوپہر دو بجے قادیان میں انتقال فرما گئے ہیں۔ مولوی نورالدین صاحب کی وفات پر احمدی اخبارات کے علاوہ تمام اسلامی اخبارات نے باوجود ان کے مذہبی عقائد سے اختلاف رکھنے کے نہایت رنج و افسوس کا اظہار کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مولوی نورالدین جیسا قابل فرزند ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک عرصہ کے بعد پیدا ہوسکے گا......."۔

آریہ سماجی اخبار مسافر آگرہ (۷ مارچ 1914ء) اپنے مذہبی اختلافات کے باوجود آپ کی عظمت کا یوں اقرار کرتا ہے:

"گو اصولاً ہمارے اور ان کے خیالات میں اتنا ہی فرق تھا جتنا قطب جنوبی و قطب شمالی کے درمیان ہے لیکن پھر بھی یہ نہ کہنا دیانت کا خون ہوگا کہ وہ راسخ الاعتقاد و ایماندار و نیک آدمی تھے۔ علاوہ بریں ہم جانتے ہیں کہ ان کے دل میں اشاعت اسلام کا بڑا درد اور قرآن شریف کے پڑھنے پڑھانے سے خاص محبت تھی اور وہ مرنے سے چند یوم پہلے تک برابر دونوں کام سر انجام دیتے رہے"۔

حکیم عبدالکریم برہم ایڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور اپنے اخبار (17 مارچ 1914ء) میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"احمدی سلسلہ میں خلیفہ المسیح اور عام طور سے مسلمانوں میں اپنے تبحر علمی اور زہد و اتقاء کی خوبیوں سے نہایت محترم اور اسلام کے محاسن اور اس کی اشاعت میں کوشاں تھے۔ ان کی زندگی میں ہزارہا ایسے موقع آئے کہ ان کی آزمائش ہوئی جس میں انہوں نے صداقت کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو فضل و کرم اور ثمرہ اعتماد انہیں بخشا تھا اس کی تفصیل سوانح عمری میں پائی جاتی ہے جس سے دل پر نقش ہوتا ہے کہ وہ ایک سچے خدا پرست اور موحد تھے اور ان کی زندگی اسلام کے پاک نمونہ پر بسر ہوئی۔ وہ صرف مذہبی پیشوا نہیں تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے طبیب بھی تھے اور اعلیٰ درجہ کی کتابوں کے فراہم کرنے اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کا خاص ذوق تھا"۔

اخبار بھارت (20 مارچ 1914ء) آپ کے متعلق لکھتا ہے:

"آپ درویش منش اور منکسر المزاج خلیق اور ملنسار تھے۔ عالم باکمال اور طبیب بے مثال تھے۔ مذہب کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ایام علالت میں بھی قرآن شریف کے ترجمے سے گہری دلچسپی لیتے رہے"۔

مولوی انشاءاللہ خان صاحب ایڈیٹر "وطن اخبار" امرتسر (20 مارچ 1914ء کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

"مولوی صاحب مرحوم کیا بلحاظ طبابت وحذاقت اور کیا بلحاظ سیاحت علم وفضیلت وعلمیت ایک برگزیدہ بزرگوار تھے۔ علم سے ان کو عشق تھا اور فراہمی کتب کا خاص شوق۔ ان کا پیدائشی وطن بھیرہ ضلع شاہ پور ہے مگر عمر کا بڑا حصہ باہر گزرا اور آخری حصہ قادیان"۔

میونسپل گزٹ لاہور (19 مارچ 1914ء) لکھتا ہے:

"نہایت رنج و افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ مرزائی جماعت کا کئی ہفتہ کی مسلسل علالت کے بعد آخر 13 مارچ کو بوقت 4 بجے شام قادیان میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم جیسا کہ زمانہ واقف ہے ایک بے بدل عالم اور زہد واتقاء کے لحاظ سے مرزائی جماعت کے لئے تو واقعی ایک پاکباز اور ستورہ صفات خلیفہ تھے لیکن اگر ان کے مرزائیانہ مذہبی عقائد کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے تو بھی وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بے شک ایک عالم متبحر وجید فاضل تھے۔ کلام اللہ سے آپ کو جو عشق تھا وہ غالباً کم عالموں کو ہوگا اور جس طرح آپ نے عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر حرف قرآن مجید کے حقائق و معارف آشکارا فرمانے میں گزارا بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا کرتے پائے جائیں گے۔ حکمت میں آپ کو خاص دستگاہ تھی۔ اسلام کے متعلق آپ نے نہایت تحقیق وتدقیق سے کئی کتابیں لکھیں اور معترضین کو دندان شکن جواب دیئے۔ بہرحال آپ کی وفات مرزائی جماعت کے لئے ایک صدمہ عظیم اور عام طور پر اہل اسلام کے لئے کچھ کم افسوسناک نہیں۔ اللہ تعالی مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے"۔

اخبار "وکیل" امرتسر (18 مارچ 1914ء) لکھتا ہے:

"مرحوم فرقہ احمدیہ کے ممتاز ترین رکن اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جانشین تھے۔ آپ کے علم و فضل کا ہر شخص معترف تھا اور ان کی علم اور بردباری کا عام شہرہ تھا۔ ان کی روحانی عظمت و تقدس کے خود مرزا صاحب بھی قائل تھے"۔

مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر کرزن گزٹ دہلی (23 مارچ 1914ء) تحریر کرتے ہیں:

"حکیم صاحب سے ہمیں ذاتی تعارف حاصل تھا۔ ذاتی تعارف ہی نہیں بلکہ ایک عرصہ تک ہم اور حکیم صاحب جموں میں ایک ساتھ رہے ہیں۔ یہاں تک تعلق بڑھا ہوا تھا کہ حکیم صاحب شام کا کھانا ہر روز آندھی بھی آئے یا مینہ، ہمارے مکان پر آکر کھایا کرتے تھے۔ مغرب اور عشاء کی نماز ہم ان کے ساتھ پڑھتے تھے۔ طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ نیک دل اور مخیر تھے۔ صورت شکل وجیہ تھی۔ رنگت گندمی تھی۔ قد

لمبا تھا۔ داڑھی اس قدر گھنی تھی کہ آنکھوں کے حلقوں تک داڑھی کے بال پہنچے ہوئے تھے۔ جموں میں ان کے ماتحت مدرسے اور شفاخانے تھے جس کا انتظام وہ نہایت عمدگی اور نیک نیتی سے کرتے تھے۔ اس وقت حکیم فدا محمد خان مرحوم مہاراجہ رنبیر سنگھ کے طبیب خاص تھے۔ بعد ازاں مستقل اعلیٰ طبیب ہوگئے تھے اور آپ کو چھ سو سے سات سو تک اخیر دم تک تنخواہ ملتی رہی۔ اس عہدے میں گویا حکیم نورالدین صاحب ان کی ماتحتی میں بھی کام کیا کرتے تھے۔ حکیم صاحب موصوف کو دو سو یا اڑھائی سو روپے تنخواہ ملتی تھی۔ آپ تعجب سے سنیں گے کہ اس تنخواہ کا بڑا حصہ نہایت سیر چشمی اور فیاضی سے طلباء پر آپ خرچ کر دیا کرتے تھے۔ بہت سے طلباء آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ نہ صرف ان کی تعلیم کے آپ کفیل تھے بلکہ کھانا کپڑا بھی بڑی فراخی سے ان کو دیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی عمر میں صدہا بے خانماں اور غریب طلباء کی پرورش بھی کی اور پڑھا بھی دیا۔ شیخ عبداللہ صاحب پلیڈر علی گڑھ اور ایڈیٹر رسالہ خاتون آپ کے پروردہ اور مسلمان کئے ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب پہلے کشمیری پنڈت تھے۔ حکیم صاحب نے انہیں مسلمان بھی کیا اور پڑھایا لکھایا بھی یہاں تک کہ علی گڑھ کی تعلیم کا خرچ بھی آپ برابر اٹھاتے رہے۔ غرض یہ ہے کہ طبیعت میں ایثار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کی زندگی کے دو ہی بڑے بڑے مذاق تھے ایک طلباء کی پرورش اور تعلیم، دوسرے نادرالوجود کتابوں کا جمع کرنا۔ بس اسی میں آپ کی تنخواہ صرف ہوجاتی تھی۔ آپ بہت ہی منکسرالمزاج اور خلیق تھے۔ ساتھ ہی ہر ایک کام سچائی اور راستبازی سے کرتے تھے۔ آپ سے آپ کے عملہ کے آدمی بہت خوش تھے۔ کبھی کسی کو آپ سے وجہ شکایت نہیں پیدا ہوئی۔ آپ کی دینی علوم کی مہارت اور عربی قابلیت مسلّم تھی۔ آپ اپنے عہدہ کے فرائض کی ادائیگی کے بعد طلبہ کو بخاری و مسلم کا سبق بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کی واقفیت مذہبی بہت بڑھی ہوئی تھی"۔

رسالہ البلاغ میں حضور کی تصویر کشی یوں کی گئی:

"الوداع اے نورالدین!

مجھے افسوس ہے کہ میں تحریک احمدیہ کے کارواں سالار وحقائق معنوی کے نباض حکیم نورالدین کی قلمی تعزیت میں سب سے پیچھے ہوں۔ ایک ایسی شخصیت جو وسعت علمی کے ساتھ زہد و تورع کے علمی مظاہر کا گنجینہ تھی اب ہم میں نہیں ہے۔ معارف دینیہ ودقائق طیبہ کے ساتھ ایک پروسعت مطالعہ کے امتزاج نے جو صحف آسمانی سے لے کر عام افسانوں پر محیط تھا۔ نورالدین کو ایسی اوج نظر پر فائز کر دیا تھا جہاں نوع انسانی کے جذبات کا طلسم سر آشکار ہوجاتا ہے۔ یہی باعث تھا کہ اس کے معانی پرور تکلم کا ایک ایسا تموّج کسی مخالف کی فسوں پرور بلند آہنگیوں پر مہر سکوت

بن جاتا تھا۔ اس کی تمام آب و گل جوشش دینی اور وسعت علمی کا ایک پر ندرت مجموعہ تھی۔ اور اس کی جہاں پیما تار نظر ایک پر جذب کمند حکمت تھی۔ اس کے حکیمانہ تجسس نے کمال تورّع کے ساتھ مل کر لطائف سپہری کی آغوش اس کے لئے کھول دی تھی اور حکمت ازل کی کارسازیوں پر اس کا اعتماد سطح علمیت پر فائز ہوگیا تھا۔ اس کی آخری زندگی کا بیشتر حصہ تحریک احمدیہ کے ساتھ وابستہ رہا ہے اور اس کے لیل و نہار اسی جہد دینی کے پر مشقت مظاہر میں وقف ہوئے ہیں۔

بے شبہ جس پر خلوص ایثار اور شیفتہ پیوستگی کے ساتھ اس نے اپنے ہادی کا ساتھ دیا اس کی نظیر قدمائے اسلام کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ مسیحا گردوں نشیں ذات سے شائبہ مرگ کی وابستگی اور مہدی و عیسیٰ کے خصائص کا ایک ذات میں اجتماع ہندی ارباب اسلام کے لئے آشوب شوریدگی اور احتجاج کا ایک تلخ پیام تھا۔ اور جس پر خروش شدت کے ساتھ اہل اسلام کی جانب سے اس پر غربت نکتہ آفرینی کا تخالف ہوا وہ ایک آتش آفرین ادائے رعد کی طرح تھا۔ لیکن نورالدین کا پیمان عقیدت ہجوم مخالفت کی طوفان انگیزیوں کے باوجود بہ پیوستگی استوار تھا اور وہ ایک کوہ گراں کی طرح برق جہندہ اور ابر فروشندہ کے سامنے یکساں پائے ثبات پر قائم تھا۔ اس کی پر خلوص استقامت سے بعید تھا کہ وہ پایان عمر تک اس سنگ آستاں سے جدا ہو جہاں اس کی پر محنت کاوشوں کو بالین آسائش ملی تھیں۔ اگرچہ میں اپنے ادراک کو تحریک احمدیہ کی بعض نکتہ آفرینیوں کا ہم وفاق نہیں دیکھتا لیکن اس پر گداز سوزش روحانی پر محو حیرت ہوا جس کے پر تپش غلغلے میرے متبحر جذبات کو گریہ محبت سے آشنا کر گئے ہیں۔

نورالدین کی ذات گرامی ہماری مادی نگاہوں سے مستور ہے لیکن مساحت گیتی پر اس کے نقش پا بدستور ثبت ہیں اور منزل استقامت کی جانب ہماری رہبری کر رہے ہیں۔ لطف ازل اس کی خاک پر عنبر بار ہو۔

لیکن نورالدین کی سطوت آفرین شخصیت اس سطح رفعت پر نمایاں نہ ہوئی جس قدر بعد مرگ ہوئی ہے۔ ابھی مشکل سے اس کالبد کو جس میں انوار معانی مہمان دو روزہ تھے، بالین آسائش ملی تھی کہ اس کے خرقہ سیادت کے لئے احمدی اراکین کی استحقاقی جہد آزمائی ایک تفرقہ پرور حد مخاصمت تک پہنچ گئی۔ تحریک احمدیہ کا امتزاج فوری اس ذات مدفونہ کی گراں مائیگی کو نمایاں تر کر دیتا ہے جو تحریک مذکورہ کے عناصر متضادہ کا نکتہ توازن تھی۔ بے شبہ جذب روحانی کے بغیر تبحر علمی کی نکتہ سرائی ایک منزل نا آشنا بدلگامی ہے ورنہ احمدی ارباب تفکر جو کل تک جملہ مذاہب ہندیہ کے مہیب اور قاہرانہ حربوں کی اجتماعی قوت کے خلاف ایک پر وقار سعی دفاع میں مصروف تھے آج کشمکش باہم میں مبتلا ہیں اور یہ ارباب فضل اس صاحب ہمت کی پیروی کے مدعی ہیں جو اپنی جہد آشنا زندگی کی آخری ساعتوں میں پیکر مودت بن کر جانب لاہور قدم زن ہوا اور دم واپسیں مذاہب عالم کو صلح آشتی کا پیغام دے گیا"۔ (رسالہ البلاغ جولائی 1914ء جلد نمبر 1 نمبر 2 از مالیر کوٹلہ)

تیسری اور آخری قسط

دعا کے بارہ میں

سیدنا حضرت مسیح موعود کے ارشادات

مرتبہ:۔ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب

دعا میں شرط

"خدا تعالیٰ سے رو کر مانگنا اور اپنے ایمان کو مشروط کرنا ہماری غلطی اور ٹھوکر کا موجب ہے۔ دعاؤں میں استقلال اور صبر ایک الگ چیز ہے اور رو کر مانگنا اور بات ہے۔ یہ کہنا کہ میرا فلاں کام اگر نہ ہوا تو انکار کر دونگا یا یہ کہہ دوں گا یہ بڑی نادانی اور شرک ہے اور آداب الدعا سے ناواقفیت ہے۔ ایسے لوگ دعا کی فلاسفی سے ناواقف ہیں۔ قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ ہر ایک دعا تمہاری مرضی کے موافق میں قبول کرونگا۔ بیشک ہم یہ مانتے ہیں کہ قرآن شریف میں یہ بھی لکھا ہوا ہے ولنبلونکم بشیئٍ من الخوف والجوع۔ ادعونی استجب لکم میں اگر تمہاری مانتا ہے تو لنبلونکم میں اپنی منوانا چاہتا ہے۔ یہ خدا کا احسان اور اس کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندہ کی مان لیتا ہے ورنہ اس کی ربوبیت اور الوہیت کی شان کے یہ ہرگز خلاف نہیں کہ اپنی ہی منوائے"۔ (۱۶)

دعاؤں کی قبولیت کی دلیل

"ہر امر کے فیصلہ کے لئے معیار قرآن ہے۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پیارا بیٹا یوسف علیہ السلام جب بھائیوں کی شرارت سے ان سے الگ ہو گیا تو آپ چالیس برس تک ان کیلئے دعائیں کرتے رہے۔ اگر وہ جلد باز ہوتے تو کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوتا۔ چالیس برس تک دعاؤں میں لگے رہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان رکھا۔ آخر چالیس برس بعد وہ دعائیں کھینچ کر یوسف علیہ السلام کو لے ہی آئیں۔ اس عرصہ دراز میں بعض ملامت کرنے والوں نے یہ بھی کہا کہ تو یوسف کو بے فائدہ یاد کرتا ہے مگر انہوں نے یہی کہا کہ میں خدا سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بے شک ان کو کچھ خبر نہ تھی مگر یہ کہا انی لاجد ریح یوسف۔ پہلے تو اتنا ہی معلوم تھا کہ دعاؤں کا سلسلہ لمبا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر دعاؤں میں محروم رکھنا ہوتا تو جلد جواب دے دیتا مگر اس سلسلہ کا لمبا ہونا قبولیت کی دلیل ہے کیونکہ کریم سائل کو دیر تک بٹھا کر کبھی محروم نہیں کرتا بلکہ بخیل سے بخیل بھی ایسا نہیں کرتا۔ وہ بھی سائل کو اگر زیادہ دیر تک دروازہ پر بٹھائے تو آخر اس کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دعاؤں کے زمانہ کی درازی پر وابیضت عیناہ قرآن کریم میں خود دلالت کر رہی ہیں۔ غرض دعاؤں کے سلسلہ کے دراز ہونے سے کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے"۔ (۱۷)

قبولیت دعا میں تاخیر

"میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی

ہے لیکن جس امر میں جلدی جواب مل جاتا ہے وہ ہونیوالا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک سائل جب کسی کے دروازے پر مانگنے کے لئے جاتا ہے اور نہایت اضطراب اور عاجزی سے مانگتا ہے اور کچھ دیر جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو بھی کچھ شرم آہی جاتی ہے خواہ کتنا بخیل کیوں نہ ہو پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے۔ تو دعا کرنے والے کا ایک معمولی سائل جتنا بھی استقلال نہیں ہونا چاہیئے؟ خدا تعالیٰ جو کریم اور حیاء رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا"۔ (۱۸)

دعا میں جوش کا ایک ذریعہ

"غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلاء پر ابتلاء آتے ہیں جو کمر توڑ کر رکھ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس قدر اضطراب اور اضطرار بڑھتا جائے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہے۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ میری دعا قبول ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہوجاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے"۔ (۱۹)

"کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک طالب علم نہایت رقت اور درد کے ساتھ دعائیں کرتا ہے مگر وہ دیکھتا ہے کہ ان دعاؤں کے نتائج میں ایک تاخیر اور توقف ہوتا ہے اس کا سرّ کیا ہے؟ اس میں یہ ایک نقطہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اول تو جس قدر امور دنیا میں ہوتے ہیں ان میں ایک قسم کی تدریج پائی جاتی ہے۔ دیکھو ایک بچہ کو انسان بننے کے لئے کس قدر مرحلے اور منازل طے کرنے پڑتے ہیں۔ ایک بیج کا درخت بننے کے لئے کس قدر توقف ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے امور کا نفاذ بھی تدریجاً ہوتا ہے۔ دوسرے اس توقف میں ایک یہ مصلحت الٰہی ہوتی ہے کہ انسان اپنے عزم اور عقد ہمت میں پختہ ہوجاوے اور معرفت میں استحکام اور رسوخ ہو۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر انسان اعلیٰ مراتب اور مدارج کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسی قدر اس کو زیادہ محنت اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس استقلال اور ہمت ایک ایسی عمدہ چیز ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو انسان کامیابی کی منزلوں کو طے نہیں کر سکتا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ پہلے مشکلات میں ڈالا جائے۔ انّ مع العسر یسراً اسی لئے فرمایا ہے"۔ (۲۰)

دعا کا جلدی جواب

"یاد رکھو کہ دعا کے لئے اگر جلدی جواب مل جاوے تو عموماً اچھا نہیں ہوتا۔ پس دعا کرتے ناامید نہ ہو۔ دعا میں جس قدر دیر ہو اور اس کا بظاہر کوئی جواب نہ ملے تو خوش ہو کر سجدہ ہائے شکر بجالاؤ کیونکہ اس میں بہتری اور بھلائی ہے۔ توقف کامیابی کا موجب ہوتا ہے"۔ (۲۱)

دعا کی وسعت

"میرا تو مذہب یہ ہے کہ دعا میں دشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے۔ جس قدر دعا وسیع ہوگی اسی قدر فائدہ دعا کرنے والے کو ہوگا۔ اور دعا میں جس قدر بخل کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور ہوتا جاوے گا اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عطیہ کو جو بہت ہی وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اس کا ایمان بھی کمزور ہے"۔ (۲۲)

دشمن کیلئے دعا کرنا سنت نبوی ہے

"بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لئے دعا نہ کی جائے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا۔ ادعونی استجب لکم میں اللہ تعالیٰ نے قید نہیں لگائی کہ دشمن کے لئے دعا کرو تو قبول نہیں کروں گا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے لئے دعا کرنا یہ بھی سنت نبوی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے۔ اس لئے بخل کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں کرنی چاہیئے اور حقیقتاً موذی نہیں ہونا چاہیئے۔ شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں اور سکھاتا ہوں"۔ (۲۳)

قبولیت دعا کا راز

"خدا تعالیٰ نے تو انسان سے نہایت تنزل کے رنگ میں دوستانہ برتاؤ کیا ہے۔ دوستانہ تعلق کیا ہوتا ہے، یہی کہ کبھی ایک دوست دوسرے کی بات کو مان لیتا ہے اور کبھی دوسرے سے اپنی بات کو منوالیتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ بھی ایسا ہی کرتا ہے چنانچہ ادعونی استجب لکم (المومن ۶۱) اور اجیب دعوۃ الداع (البقرہ ۱۸۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان کی بات کو مان لیتا ہے اور اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اور دوسری جگہ فلیستجیبوالی والیومنوابی (بقرہ ۱۸۷) اور ولنبلونکم (بقرہ ۱۵۶) کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے"۔ (۲۴)

"قرآن شریف نے دعا کے دو پہلو بیان کئے ہیں ایک پہلو میں اللہ تعالیٰ اپنی منوانا چاہتا ہے اور دوسرے پہلو میں بندے کی مان لیتا ہے۔

ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع میں تو اپنا حق رکھ کر منوانا چاہتا ہے۔ نون ثقیلہ کے ذریعے سے جو اظہار تاکید کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ قضائے مبرم کو ظاہر کریں گے تو اس کا علاج انا للہ و انا الیہ راجعون ہی ہے اور دوسرا وقت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی امواج کے جوش کا ہے وہ ادعونی استجب لکم میں ظاہر کیا ہے۔..........

الغرض دعا کی اس تقسیم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اپنی منوانا چاہتا ہے اور کبھی وہ مان لیتا ہے۔ یہ معاملہ گویا دوستانہ معاملہ ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی عظیم الشان قبولیت دعاؤں کی ہے اس کے مقابل رضا اور تسلیم کے بھی آپ اعلیٰ درجہ کے مقام پر ہیں۔

چنانچہ آپ کے گیارہ بچے فوت ہوگئے مگر آپ نے کبھی سوال نہ کیا کہ کیوں؟ جو لوگ فقراء اور اہل اللہ کے پاس آتے ہیں اکثر ان میں سے نمائش کے لئے آتے ہیں۔ وہ دعا کی حقیقت سے ناآشنا ہوتے ہیں اس لئے پورا فائدہ نہیں ہوتا۔ عقلمند انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر دعا نہ ہوتی تو اہل اللہ مرجاتے۔ جو لوگ دعا کے منافع سے محروم رہ جاتے ہیں ان کو دھوکا ہی لگا ہوا ہے کہ وہ

دعا کی تقسیم سے ناواقف ہیں"۔ (۲۵)

باپ اور بیٹے کی دعا

حضرت اقدسؑ نے ایک دوست کو اپنے مخالف باپ کے لئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا۔

"توجہ سے دعا کرو۔ باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے۔ اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا اثر ہوگا"۔ (۲۶)

دعا کی انتہاء

"پنجابی زبان میں ایک مثل ہے "جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا"۔ لوگ کہتے ہیں کہ دعا کرو۔ دعا کرنا مرنا ہوتا ہے۔ اس پنجابی مصرع کے یہی معنی ہیں کہ جس پر نہایت درجہ کا اضطراب ہوتا ہے وہ دعا کرتا ہے۔ دعا ایک موت ہے اور اس کا اثر یہی ہوتا ہے انسان ایک طرح سے مرجاتا ہے۔ مثلاً ایک انسان ایک قطرہ پانی کا پی کر اگر دعویٰ کرے کہ میری پیاس بجھ گئی ہے یا یہ کہ اسے بڑی پیاس تھی تو وہ جھوٹا ہے...... ہاں اگر پیالہ بھر کر پیوے تو اس بات کی تصدیق ہوگی۔ پوری سوزش اور گدازش کے ساتھ جب دعا کی جاتی ہے حتی کہ روح گداز ہو کر آستانہ الٰہی پر گر جاتی ہے اور اسی کا نام دعا ہے اور الٰہی سنت یہی ہے جب ایسی دعا ہوتی ہے تو خداوند یا تو اسے قبول کرتا ہے اور یا اسے جواب دیتا ہے"۔ (۲۷)

دعا کی برکات

حضرت مسیح موعود...... فرماتے ہیں۔

"مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعا میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے......... مبارک تم جو کبھی دعا میں ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھیں آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھریوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور ازخود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ تم پر فضل کیا جائے گا......... غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے"۔ (۲۸)

تاثیرات دعا

حضرت مسیح موعود...... نے اپنے ذاتی تجربہ سے دعا کی جو طاقت اور قوت محسوس کی اس کے لئے اپنی زندگی کا یہ نچوڑ پیش فرمایا۔

"وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے جو آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے جو آخر کو ایک کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر اس سے آخر تریاق ہو جاتا ہے۔ مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعا میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے......... مبارک تم جو کبھی دعا میں ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھیں آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ

میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھریوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ تم پر فضل کیا جائے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیاء والا، صادق وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ تم پر رحم فرمائے گا"۔ (۲۹)

روزوں کی توفیق کیلئے دعا

"خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ، یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ، اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا"۔ (۳۰)

سب سے عمدہ دعا

حضرت مسیح موعود...... فرماتے ہیں۔

"سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل سخت کر دیتے ہیں دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے"۔ (۳۱)

دعاؤں کی قبولیت پر نازاں نہ ہو

"اکثر لوگوں کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں کہ اوائل میں دنیا سے شدید تعلق رکھتے تھے لیکن انہوں نے کوئی دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ اس کے بعد ان کی حالت ہی بدل گئی۔ اس لئے اپنی دعاؤں کی قبولیت اور کامیابیوں پر نازاں نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت کی قدر کرو۔ قاعدہ ہے کہ کامیابی پر ہمت اور حوصلہ میں ایک نئی زندگی آجاتی ہے۔ اس زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرنی چاہیئے"۔ (۳۲)

۱۷۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۰۶)

۱۸۔ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۱۹)

۱۹۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۳۴-۴۳۵)

۲۰۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۰۲-۲۰۳)

۲۱۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۳۷)

۲۲۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷۷)

۲۳۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۹۶-۹۷)

۲۴۔ (تفسیر سورۃ بقرہ حضرت مسیح موعود)

۲۵۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۲۶)

۲۶۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۸۸)

۲۷۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۳۴۰)

۲۸۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۶-۲۸)

۲۹۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۶-۲۸)

۳۰۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۸)

۳۱۔ (بدر جلد ۳ شمارہ ۳۱ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶

۳۲۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۹۹ نیا ایڈیشن ۱۹۹۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول..... عاشق قرآن

(مضمون نگار: مکرم شبیر احمد صاحب ثاقب)

قرآن کریم کی محبت اور کلام اللہ سے عشق کا تعلق آپ کو ورثہ میں ملا۔ آپ کے خاندان کو قرآن مجید کے حفظ کرنے کی طرف بہت توجہ رہی چنانچہ آپ کے شجرہ نسب سے پتہ چلتا ہے کہ آپ سے لیکر اوپر گیارھویں پشت تک تمام بزرگ قرآن مجید حفظ کرتے چلے آئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"میری والدہ کو قرآن کریم پڑھانے کا بڑا ہی شوق تھا انہوں نے تیرہ برس کی عمر سے قرآن کریم پڑھانا شروع کیا چنانچہ ان کا یہ اثر ہے کہ ہم سب بہن بھائیوں کو قرآن شریف سے بڑا ہی شوق رہا"۔

نیز فرمایا میری ماں نے قرآن مجید کا پڑھنا کبھی قضا نہ کیا بلکہ میں نے اپنی ماں کے پیٹ میں قرآن مجید سنا پھر گود میں سنا پھر ان سے پڑھا"۔

آپ کی کلام اللہ سے محبت اور عشق کے بیان میں اس سے بڑی کوئی گواہی نہیں ہو سکتی جو امام الزماں حضرت مسیح موعود..... نے بایں الفاظ میں فرمائی۔

"جس طرح ان کے (حضرت مولوی صاحب) دل میں قرآن کریم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ایسی محبت میں اور کسی کے دل میں نہیں دیکھتا آپ قرآن کے عاشق ہیں اور آپ کے چہرہ پر آیات مبین کی محبت ٹپکتی ہے۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں پس آپ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتے ہیں۔ جو نہایت بعیدہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں...... آپکی فطرت کیلئے خدا تعالیٰ کے کلام سے پوری پوری مناسبت ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جواں کیلئے ودیعت رکھے گئے ہیں۔" (ترجمہ از آئینہ کمالات اسلام عربی صفحہ 586)

پھر فرمایا:

"اس کو قرآن کریم کے دقائق استخراج میں اور فرقان حمید کے حقائق کے خزانوں کو پھیلانے میں

پیارے آقا کا محبت بھرا اسلام

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تمام احباب جماعت کو عید مبارک اور

عجیب ملکہ ہے....... جب کبھی وہ کلام اللہ کی تاویل کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسرار کا منبع کھولتا ہے اور لطائف کے چشمے بہاتا ہے اور عجیب و غریب معارف ظاہر کرتا ہے جو پردوں کے نیچے ہوتے ہیں۔ دقائق کے ذرات کی تحقیق کرتا ہے اور حقائق کی جڑوں تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتا ہے"۔ (آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارت)

اب داستان عشق بزبان عاشق سنیئے

فرماتے ہیں "قرآن مجید کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زلف محبوب نظر آتے ہیں اور میرے منہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض وقت تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں"۔

پھر فرمایا۔

"مجھے قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی ہزاروں کتابیں پڑھیں ہیں ان سب میں مجھے خدا ہی کی کتاب پسند آئی"۔

آپ فرماتے ہیں:

"میں نے دوسری کتابیں بہت پڑھیں ہیں اور بہت پڑھیں ہیں مگر اس لئے نہیں کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں وہ مجھے پیاری ہیں۔ بلکہ محض اس نیت اور غرض سے کہ قرآن کریم کے فہم میں معاون ہوں۔ قرآن میری غذا میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے۔ اور میں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔ بچپن سے میری طبیعت خدا نے قرآن شریف پر تدبر کرنے والی بنائی ہے اور میں ہمیشہ دیر دیر تک قرآن شریف کے عجائبات اور بلند پروازیوں پر غور کرتا ہوں"۔

ایک دفعہ فرمایا:

"خدا تعالیٰ بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سناؤں"۔ فرمایا۔

"میں نے قرآن بہت پڑھا ہے اور اب تو میری غذا ہے اگر آٹھ پہر میں خود نہ پڑھوں اور نہ پڑھاؤں اور میرا بیٹا میرے سامنے آکر نہ پڑھے تو میں اس کا وجود بھی نہیں سمجھتا سونے سے پہلے وہ آدھ پارہ مجھے سنا دیتا ہے۔ غرض میں قرآن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وہ میری غذا ہے"۔

ایک بار ختم قرآن کے موقعہ پر آپ درس دینے کیلئے کھڑے ہوئے سامنے ایک بڑی چادر میں بتاشے رکھ دیئے گئے آپ نے درس دیتے ہوئے فرمایا:

"ان کو اٹھالو تمہیں ختم قرآن کی خوشی ہے اور نورالدین کو غم ہے کہ پھر زندگی میں قرآن مجید ختم کرنا نصیب ہوگا یا نہیں"۔

عاشق اپنے معشوق کو جتنا دیکھتا ہے اس کا شوق دید اور بڑھتا ہے اور اس کی آنکھ بھرتی نہیں اور چاہتی ہے دیکھتی ہی رہے چنانچہ عاشق قرآن فرماتے ہیں:

"میں قرآن کریم کو دن میں کئی بار پڑھتا ہوں مگر میری روح کبھی سیر نہیں ہوتی۔ یہ شفا ہے، رحمت ہے، نور ہے، ہدایت ہے۔ قرآن کیلئے غیرت بھی آپ کو حد درجہ کی تھی اس کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

"ایک مرتبہ ایک طالب علم نے قرآن کریم پر دوات رکھ دی آپ اس کی اس حرکت کو دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا میاں! اگر تمہارے منہ پر کوئی شخص گوبر اٹھا کر دے مارے تو تمہیں کیسا برا لگے گا۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ رکھو اور اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھو سب سے بالا یہی کلام رہنا چاہیئے۔ نیز قرآن شریف کے اندر خط وغیرہ رکھنے کو آپ سخت ناپسند فرماتے اور فرمایا کرتے تھے قرآن مخدوم ہے خادم نہیں"۔

کہتے ہیں عشق اور مشک چھپے نہیں رہتے آپ کی قرآن کریم سے لازوال محبت کو غیروں نے بھی دیکھا اور برملا اس کا اظہار کیا اور اس عاشق کی زبانی جس نے اسے سنا اس کے دل میں بھی محبت کی یہ چنگاری چمکی چنانچہ جموں میں آپ کو جب مہاراجہ کے خاص خدمتگاروں کو قرآن کریم سنانے کا موقعہ ملا تو بعض ان میں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے برملا اظہار کیا کہ "قرآن شریف بڑی دلربا کتاب ہے اور حضرت مولوی صاحب کے سنانے کا انداز بھی بڑا ہی دلچسپ اور اثر انگیز ہے"۔

مولوی غلام قادر صاحب جو اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور مولوی تاج الدین صاحب کے ماموں تھے نے ایک دفعہ سنایا کہ مولوی نورالدین صاحب کا درس سننے کیلئے میں اکثر جموں جایا کرتا تھا اور کہا کرتے تھے ہندوستان میں اگر کوئی قرآن جانتا ہے تو وہ میرے خیال میں حکیم نورالدین صاحب ہی تھے۔

محترم ڈاکٹر عبید اللہ صاحب بٹالوی جو ایک مخلص اور فدائی احمدی تھے فرمایا کرتے تھے:

"حضرت مولانا حکیم صاحب کو قرآن کریم سے اس قدر عشق تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کہیں سے زکوٰۃ کی رقم بھی مجھے مل جائے تو میں اس سے بھی صحیح اور خوبصورت قرآن چھپوا کر مستحقین میں تقسیم کروں"۔

اپنے درس اور معرفت قرآن کے تذکرے میں فرمایا:

"اگرچہ میں مدّت دراز سے قرآن مجید کا درس دے رہا ہوں اور کثرت سے قرآن مجید کے دور ختم کر چکا ہوں لیکن میں لکھتا بھی جاتا ہوں اور میرے پاس بڑا انبار مسودوں کا موجود ہے اور ہر مرتبہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اب یہ کام مکمل ہو گیا ہے اس کو چھاپ دیا جائے مگر جب نیا دور درس کا شروع ہوتا ہے تو ایسے عجیب و غریب حقائق اور معارف کا انکشاف از سر نو ہوتا جاتا ہے کہ میری پچھلی تمام محنت اس کے مقابلہ میں رائیگاں ہو جاتی ہے"۔

قرآن کریم سے سیدنا نورالدین کے عشق محبت کی یہ داستان نہ ختم ہونے والی اور اتنی طویل ہے کہ اس کا مکمل بیان احاطہ تحریر میں لانا سمندر کی وسعتوں کا احاطہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس کو یہیں چھوڑتے

ہوئے آخر پر جماعت سے باہر اور صف اعداء میں گنے جانے والوں کا بیان الفضل ما شھدت بہ الاعداء کے مطابق خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

مولوی ابوالکلام صاحب ایڈیٹر الہلال کلکتہ لکھتے ہیں:

"حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ثم قادیانی وہ علامہ دہر تھے جن کی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گذری"۔

اخبار بھارت نے لکھا:

"مذہب کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ایام علالت میں بھی قرآن شریف کے ترجمے میں گہری دلچسپی لیتے رہے"۔

میونسپل گزٹ لاہور نے لکھا:

"کلام اللہ سے جو آپ کو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہوگا اور جس طرح آپ نے عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر صرف قرآن مجید کے حقائق و معارف آشکار کرنے میں گزارا بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا عمل کرتے ہوئے پائے جائیں گے"۔ (میونسپل گزٹ 19 مارچ 1914ء بحوالہ حیات نور)

دینی و معلوماتی مقابلہ کی نسبت اطلاع

مارچ میں شائع ہونے والے مقابلہ کے حل موصول ہوئے لیکن نتیجہ مرتب نہیں ہوسکا درست حل اور نتیجہ ماہ جون کے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے گا۔ اسی طرح مقابلہ نمبر ۱۱ بھی بعض وجوہات کی بناء پر شامل اشاعت نہیں ہوسکا اس پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ (مدیر خالد)

اعتذار

مارچ کے شمارہ میں صفحہ / 29 پر "مشاعرہ" کی جو رپورٹ شائع ہوئی تھی اس میں ان اشعار کے خالق کا نام چھپنے سے رہ گیا ہے۔ ان کا نام جناب مظفر منصور ہے اور آپ کے دو اشعار درج ذیل ہیں۔

روز و شب بڑھ کر ہوئے ماہ و سال زندگی
قید جتنی میں نے کاٹی میں رہا ہوتا گیا

اس قدر ارزاں کیا نامِ خدائے ذوالجلال
اس کا ہونا رفتہ رفتہ معجزہ ہوتا گیا

یاد رہے کہ یہ کل پاکستان مشاعرہ مورخہ 10 جنوری بروز جمعرات ایوان محمود ربوہ میں منعقد ہوا۔

کھیل کے میدان سے

(مرتبہ: طارق محمود صاحب ناصر۔ دارالصدر شمالی)

سکوائش

پاکستان کے پرائیڈ آف پرفارمنس، سکوائش کی دنیا کے بے تاج بادشاہ جہانگیر خان ایک مرتبہ پھر عروج کی طرف گامزن ہیں۔ جہانگیر خان سال 1990 میں سوائے برٹش اوپن جیتنے کے اور کوئی خاص کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکے تھے۔ جس کی وجہ ان کی کمر کی تکلیف تھی۔ لیکن سال 1991ء کا آغاز جہانگیر نے نہایت شاندار طریق پر کیا ہے۔ انہوں نے مسلسل سکاٹش اوپن، فرنچ اوپن اور جرمن اوپن میں شاندار فتح حاصل کر کے اپنے ناقدین کا منہ بند کر دیا ہے۔ جرمن اوپن کے فائنل میں اپنے ہم وطن کھلاڑی ورلڈ نمبر ون جان شیر کو شکست دی اور فرنچ اوپن کے سیمی فائنل میں ایک مرتبہ پھر جان شیر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جان شیر پہلے دو سیٹ جیت کر پھر شکست سے دوچار ہوئے۔

تاریخ ساز کارنامہ

اب جہانگیر خان نے برٹش اوپن مسلسل دسویں بار جیت ایک عظیم کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ برٹش اوپن کا فائنل سوائے پہلے گیم کے یک طرفہ ثابت ہوا۔ فائنل میں جہانگیر خان نے اپنے ہی ہم وطن کھلاڑی ورلڈ چمپئن جان شیر خان کو 2-9، 9-4، 9-4 اور 9-0 سے شکست دی۔ شکست کے بعد جان شیر نے کہا کہ قسمت کی دیوی برٹش اوپن میں ہمیشہ جہانگیر کی مدد کرتی ہے۔ جہانگیر نے برٹش اوپن جیتنے کے بعد کہا میں نے یہ فتح ماں اور قوم کی دعاؤں سے حاصل کی ہے۔ جہانگیر خان کی 35 دنوں میں یہ مسلسل چوتھی کامیابی ہے۔ اب جہانگیر کے مطابق ان کی منزل ورلڈ چمپئن شپ ہے۔ یاد رہے کہ جہانگیر خان 5 ماہ تک سکوائش کے انٹرنیشنل سرکٹ سے دور رہنے کی وجہ سے نمبر 2 سے چوتھے نمبر پر چلے گئے تھے

کرکٹ

ویسٹ انڈیز بمقابلہ آسٹریلیا

پہلا ٹیسٹ بارش ہونے کی وجہ سے برابری پر ختم ہوا تھا لیکن دوسرے ٹیسٹ میں وہی بارش کا پانی سیاہ طوفان کی صورت میں آسٹریلیا پر نازل ہوا اور آسٹریلیا کو 10 وکٹوں سے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے ٹیسٹ میں ویسٹ انڈیز کی جانب سے رچی رچرڈسن اور ہینز کے علاوہ کپتان ویون رچرڈ نے بیمار

ہونے کے باوجود شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ دوسرے میچ میں ایک دلچسپ صورت حال اس وقت سامنے آئی جب آسٹریلیا کے سٹار بلے باز ڈین جونز کو رن آوٹ دیا گیا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ والش کی نوبال پر جونز کی وکٹیں اکھڑ گئیں اور وہ امپائر کی آواز اور اشارہ نہ دیکھ سکے اور واپس پویلین کی طرف چل پڑے لیکن فیلڈر نے انہیں رن آوٹ کر دیا۔ جس پر آسٹریلین کھلاڑیوں نے خاصا شور مچایا اور امپائر پر سخت نکتہ چینی کی۔ حالانکہ اسی طرح کا واقعہ پاکستان کے رمیض راجہ کے ساتھ آسٹریلیا میں پیش آیا تھا تو اس وقت رمیض راجہ نے امپائر کے فیصلہ پر تنقید کی لیکن آسٹریلین کھلاڑیوں نے امپائر کے فیصلہ کو سراہا تھا۔ جبکہ اس میچ میں رن آوٹ دینے والے ایمپائر پر پابندی لگانے کو کہا جا رہا ہے۔ (اس کو کہتے ہیں ایک تصویر اور دو رخ)۔

تیسرا ٹیسٹ ایک مرتبہ پھر بارش کی نذر ہو گیا۔ اس میچ میں آسٹریلیا کی جانب سے مارک واہ نے اور ویسٹ انڈیز کی جانب مارشل اور پیٹرک پیٹرسن نے شاندار کھیل کا مظاہرہ کیا۔ آسٹریلوی کپتان ایلن بارڈر کی ویسٹ انڈیز کو ہوم سیریز میں شکست دینے کی خواہش پوری ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔

متفرق خبریں

O۔ امریکہ کے شہر میامی سے جاری ہونے والی ٹینس کی نئی کمپیوٹر درجہ بندی میں مردوں میں سٹیفن ایڈبرگ اور خواتین میں مونیکا سیلز پہلے نمبر پر ہیں۔ جبکہ بورس بیکر اور سباتینی دوسرے نمبر پر ہیں۔

O۔ ارجنٹائن کے سفید موتی مشہور فٹ بالر میراڈونا پر کوکین کا الزام ثابت ہونے پر 164 ممالک نے 15 ماہ تک کسی میچ میں بھی حصہ لینے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ دوسری طرف میراڈونا کا کہنا ہے کہ وہ جلد اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کر دیں گے۔ ارجنٹائن میں میراڈونا کو کوچ بننے کی پیش کش بھی کی جا رہی ہے۔ اگر انہوں نے کوچنگ کرنا قبول کر لیا تو دنیا اس عظیم کھلاڑی کو ایک اور روپ میں دیکھے گی۔

O۔ لیری ہومز نے اپنے حریف باکسر اینڈرسن کو 123 سیکنڈ میں شکست دے دی یاد رہے کہ لیری ہومز 1978ء سے 1985ء تک عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن رہے ہیں۔

O۔ امریکہ میں باکسنگ کے عالمی ہیوی ویٹ مقابلے میں امریکہ کے ایڈورڈ پولی پین نے اپنے ہم وطن جارج فورمین کو 12 راونڈ میں ججوں کے متفقہ فیصلے کے مطابق پوائنٹس سے ہرا کر اپنا عالمی اعزاز برقرار رکھا۔

O۔ دنیائے ٹینس کی مشہور کھلاڑی گبریلا سباتینی نے لیلی کو ہرا کر ہلٹن ہیڈ ٹورنامنٹ میں ایک لاکھ ڈالر کا انعام حاصل کیا۔

O۔ اٹلانٹا اولمپکس 1996ء میں سکوائش کو بھی اولمپک کھیل کا درجہ مل جائے گا۔ یہ بات پیرس انٹرنیشنل سکوائش پلیئرز ایسوسی ایشن کے صدر نے ایک پریس

اخبار مجالس

(مرتبہ: مکرم ظہیر احمد خان صاحب، مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب)

وحدت کالونی (لاہور)

مجلس وحدت کالونی لاہور نے یکم جنوری کو نماز تہجد باجماعت ادا کی۔ 65 خدام اور 10 اطفال شامل ہوئے۔ تلاوت نظم کے مقابلے ہوئے جن میں 17 خدام نے حصہ لیا۔ صنعتی نمائش ہوئی جس میں 35 خدام اور 10 اطفال شامل ہوئے۔ جلد سازی سکھائی گئی۔

ایک وقار عمل ہوا جس میں 51 خدام نے حصہ لیا۔ 75 کلو میٹر سائیکل سفر میں 5 خدام نے حصہ لیا۔ تعلیمی کلاس ہوئی جس میں 25 خدام شامل ہوئے۔

25 تا 31 جنوری ہفتہ وقف جدید منایا گیا۔ فری کوچنگ کلاس میں 25 طلباء کی مدد کی گئی۔

ڈرگ روڈ (کراچی)

مجلس ڈرگ روڈ کراچی نے دوران ماہ 3 اجلاس عاملہ اور ایک اجلاس عام کیا۔ اجتماعی نماز تہجد ادا کی گئی۔ 28 فروری کو یوم مصلح موعود منایا گیا جس میں 55 خدام اور 31 اطفال نے شرکت کی۔ ایک مجلس مذاکرہ ہوئی جس میں 20 مہمان تشریف لائے۔

22 تا 28 فروری ہفتہ وقار عمل منایا گیا جس میں 31 خدام نے حصہ لیا۔ ہفتہ شجر کاری منایا گیا جس میں 83 خدام نے 156 پودے لگائے۔ 8 فروری کو سائیکل سفر ہوا جس میں 20 خدام نے 60 کلو میٹر سفر کیا۔ حفظان صحت پر لیکچر کروایا گیا۔

ملیر (کراچی)

مجلس خدام الاحمدیہ ملیر نے 8 تا 15 فروری ہفتہ صحت جسمانی منایا۔ اس میں ایتھلیٹکس اور ٹیبل ٹینس کے مقابلہ جات ہوئے۔ نیز حفظان صحت پر لیکچر دیا گیا۔ 8 فروری کو سائیکل سفر ہوا جس میں 16 خدام نے حصہ لیا۔ 22 تا 28 فروری ہفتہ شجر کاری منایا گیا۔ 100 پودے خرید کر خدام میں مفت تقسیم کئے گئے۔

ڈرگ کالونی (کراچی)

مجلس ڈرگ کالونی کراچی نے 11 جنوری کو وقار عمل کیا جو 9 بجے سے 11 بجے تک جاری رہا۔ 45 خدام اور 15 اطفال نے حصہ لیا۔

ضلع سرگودھا

ضلع سرگودھا میں 7 تا 14 دسمبر ہفتہ تربیت منایا گیا۔ 435 خدام اور اور 151 اطفال نے نفلی روزہ رکھا۔ تین دن نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی جس میں 631 خدام اور 289 اطفال شامل ہوئے۔ نظام وصیت پر تقاریر کروائی گئیں۔

دو خدام نے داڑھی رکھی۔ 315 خدام اور 153 اطفال نے ٹوپی پہننے کا عہد کیا۔ 20 مجالس میں تعلیم القرآن کلاس کا اجراء کروایا گیا۔ نیز چک 152 شمالی، چک 38 جنوبی، چک منگلا، 71 جنوبی اور بھلوال میں جلسہ یوم والدین ہوا۔

نیوسول لائن (سرگودھا)

مجلس عاملہ ضلع و مجلس نیوسول لائن اور نگران حلقہ جات کا ریفریشر کورس ہوا جس میں 25 عہدیداران نے استفادہ کیا۔

ترگڑی (ضلع گوجرانوالہ)

91۔ 2۔ 8 کو مجلس ترگڑی نے مثالی وقار عمل کیا۔ 15 خدام 10 اطفال اور 5 انصار نے حصہ لیا اور 1500 روپے خرچ کر کے ٹوٹی ہوئی پلی کی تعمیر کی۔

ڈھرکی (ضلع سکھر)

91۔3۔23 کو مجلس ڈھرکی میں یوم مسیح موعود...... منایا گیا جس میں تقاریر کے علاوہ مجلس سوال و جواب بھی منعقد کی گئی۔ 20 اور 25 فروری کو یوم مصلح موعود منایا جس میں خدام و اطفال کی حاضری 100 فی صد تھی۔

سکھر

مجلس سکھر نے 22 فروری کو یوم مصلح موعود منایا جس میں 9 انصار، 10 خدام اور 4 اطفال نے شرکت کی۔

دارالحمد (ضلع فیصل آباد)

مجلس دارالحمد نے جلسہ یوم والدین کیا۔ مجلس عاملہ کے 4 اجلاس ہوئے۔ 28 خدام نے پانچ بنیادی اخلاق کا عہد کیا۔ 12 اراکین مجلس عاملہ نے صحبت صالحین کی غرض سے مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر سے ملاقات کی۔

مجلس انصار سلطان القلم قائم کی گئی۔ بزم حسن بیان کا قیام ہوا۔ لائبریری کو از سر نو منظم کیا گیا۔ یکم تا 10 جنوری عشرہ وصولی منایا گیا۔ 61 خدام تحریک جدید میں شامل ہوئے۔

25 جنوری کو ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ 24 خدام اور 38 اطفال نے سائیکل ریس، سلو سائیکلنگ، دوڑ، رسہ کشی اور کلائی پکڑنے کے مقابلوں میں حصہ لیا۔

91۔ 1۔ 25 کو مین روڈ مسعود آباد میں ڈیڑھ گھنٹے وقار عمل ہوا جس میں 26 خدام نے حصہ لیا۔

96 گ ب صریح (فیصل آباد)

مجلس 96 گ ب صریح نے 22 تا 28 فروری ہفتہ وقار عمل و شجر کاری منایا۔ 42 عدد سفیدہ (یوکلیپٹس) کے پودے لگائے گئے۔ 4 گھنٹے وقار عمل ہوا۔

سائیکل سفر ہوا جس میں 11 خدام نے حصہ لیا۔ نیز یوم مصلح موعود منایا گیا۔

دارالفضل (فیصل آباد)

مجلس دارالفضل نے مقررہ کتاب دافع البلاء تمام حلقہ جات کو مہیا کی نیز بک سٹال پر 25 کتب فروخت کیں۔

ضلع ملتان

ضلع ملتان نے زلزلہ زدگان کی مختلف اشیاء سے مدد کی جس میں 1000 روپے نقدی کے علاوہ 180 اشیاء مستحقین میں تقسیم کی گئیں۔

ضلع خانیوال

مجالس ضلع خانیوال نے شعبہ خدمت خلق کے تحت مستحق طلباء کو کتب دیں۔ ایک مستحق مریض کی آنکھوں کا آپریشن کروایا اور 25 مریضوں کو مفت ادویہ فراہم کی گئیں۔

ضلع وہاڑی

20 دسمبر 90ء کو مجالس خدام و اطفال وہاڑی کا دو

شرکت کی۔ نیز 10 انصار بھی شامل ہوئے۔ علمی اور ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

میرا بھرکا (میرپور آزاد کشمیر)

مجلس میرا بھرکا نے یوم مصلح موعود منایا۔ 8 تا 15 فروری ہفتہ صحت جسمانی منایا۔ سائیکل سفر ہوا جس میں 17 خدام نے حصہ لیا۔ نیز ہفتہ شجرکاری کے تحت 48 پھل دار اور سایہ دار پودے لگائے گئے۔

شعبہ وقار عمل مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت اس ماہ مندرجہ ذیل اضلاع کی 264 قیادتوں نے 606 وقار عمل کئے۔ 1001 گھنٹے وقت صرف ہوا۔ 54531 خدام نے حصہ لیا..... سرگودھا، ملتان، ڈیرہ غازیخان، ربوہ، حیدرآباد، فیصل آباد، کراچی، راولپنڈی، سکھر، بہاولنگر، لاہور، گوجرانوالہ، بلوچستان۔

بقیہ از ص..... 56

کانفرنس سے باتیں کرتے ہوئے بتائی۔

○۔ جنوبی افریقہ پر پابندی ختم ہونے کے روشن امکان ہیں۔ پابندی ختم کرنے کے لئے IOC نے پانچ شرائط رکھی ہیں۔ جن میں سرفہرست نسلی تعصب کو ختم کرنا ہے۔ اگر ایسا ہوگیا تو یہ انسانیت کی بہت بڑی فتح ہوگی اور کھیلوں کی دنیا میں پھر جان پڑ جائے گی۔

○۔ پاکستان کی 18 رکنی قومی ہاکی ٹیم یورپ کے دورہ پر روانہ ہو رہی ہے۔ اس دورہ میں ٹیم کئی ٹورنامنٹس میں شرکت کرے گی۔ قومی ہاکی ٹیم کے کپتان شہباز احمد اور کوچ اصلاح الدین ٹیم سے بہتر کارکردگی کی توقع کر رہے ہیں۔ یاد رہے قومی ٹیم میں کئی نوجوان کھلاڑی بھی شامل ہیں۔

○۔ بھارتی کرکٹ کنٹرول بورڈ نے پاکستان کی طرف سے مختصر دورہ کرنے کی پیشکش رد کر دی ہے جس میں پاکستانی ٹیم نے تین ٹیسٹ اور محدود ون ڈے میچز کھیلنے تھے۔

○۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان عمران خان نے ایک انٹرویو میں عالمی کپ کی تیاری کے لئے کھلاڑیوں میں میچز کروانے کا مشورہ دیا ہے اور ساتھ ہی کھلاڑیوں کو فلیڈنگ بہتر بنانے کے لئے پریکٹس جاری رکھنے مشورہ بھی دیا ہے۔

جملہ قارئین کی خدمت میں تمام اسیران راہ مولیٰ کی باعزت اور جلد بریت و رہائی کے لئے مسلسل اور خصوصی دعا کی استدعا ہے نیز اپنے ان پیارے بھائیوں سے بذریعہ خطوط مسلسل رابطہ رکھنے کی درخواست ہے۔

منصور محمود منہاس قائد مجلس ڈاہرانوالہ ضلع بہاولنگر

تشحیذ خریدئیے۔ خود پڑھئے اور دوسروں کو بھی پڑھائیے! (مینجر تشحیذ الاذہان۔ ربوہ)

خریداران تشحیذ الاذہان

اپنے پتہ کی تبدیلی کی اطلاع جلد دیا کریں تاکہ پرچہ ضائع نہ ہو۔ (مینجر تشحیذ۔ ربوہ)

چھوٹا قد کورس DWARFISHNESS COURSE

قیمت کورس تین ۳ ماہ سو روپے

چھوٹے قد کا علاج جتنی چھوٹی عمر میں کیا جائے اتنا ہی مؤثر ہے تاہم یہ کورس بفضلہ تعالیٰ لڑکوں میں ۱۹ سال تک اور لڑکیوں میں تقریباً ۱۷ سال کی عمر تک (مختلف افراد میں مختلف حد تک) مؤثر ہے۔ بعض کیسز میں اس عمر کے بعد بھی قد بڑھنے کا امکان ہوتا ہے۔

کورس مندرجہ ذیل سٹاکسٹس سے خرید فرمائیں یا پھر بمع -/۲۰ روپے ڈاک و پیکنگ اخراجات کل مبلغ -/۱۲۰ روپے منی آرڈر کر کے براہ راست ہم سے منگوائیں۔

نوٹ۔ اشتہار رسالہ خالد کے حوالہ سے منگوانے پر ڈاک و پیکنگ کا خرچ بذمہ کمپنی ہو گا۔

سٹاکسٹس۔

کراچی: مشتاق احمد ندیم صاحب ۲۱۴ گرین سنٹر ڈانڈیا بازار بالمقابل سٹی کورٹس صدر میڈیکل سٹور بالمقابل ایمپرس مارکیٹ صدر کراچی۔

لاھور: شیراز میڈیکل سٹور اینڈ ہومیو پیتھک سٹور نکلسن روڈ بوہڑ والا چوک نزد ریلوے سٹیشن لاھور۔

کیور ٹیو سٹورز اچھرہ شاپنگ سنٹر بالمقابل پوسٹ آفس لاھور۔

فیصل آباد: کریم میڈیکل ہال گول امین پور بازار فیصل آباد۔

راولپنڈی: جرمن ہومیو لیبارٹریز بوہڑ بازار راولپنڈی۔

ملتان: ڈاکٹر الطاف حسین صاحب الطاف میڈیکل ہال صدر بازار۔

حیدر آباد: رؤف ٹریڈنگ کمپنی ایڈوانی گلی حیدر آباد۔

سیالکوٹ: ڈان ڈرگ ھاؤس ریلوے روڈ سیالکوٹ۔

گوجرانوالہ: کیور ٹیو میڈیسن سروسز گلی حاجی عبد العزیز باغبان پورہ گوجرانوالہ۔

پشاور: مسعود کیور ٹیو سنٹر غوثیہ مارکیٹ کریم پورہ بازار پشاور۔

مردان: ہومیو ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب نزد گولڈن سینما مردان۔

کوئٹہ: ہومیو ڈاکٹر محمد منیر صاحب ہومیو ڈیلرز گلستان روڈ۔

کیور ٹیو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ۔ ربوہ

درخواست دعا

اسیران راہ مولیٰ۔ ساہیوال۔ سکھر۔ چک سکندر اور فیصل آباد عرصہ دراز سے محض للہ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں نیز ان کے جملہ لواحقین محض اس وجہ سے پریشانیوں اور مشکلات میں ہیں احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے ان اسیر بھائیوں کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور اسیران کے جملہ عزیزان کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ انہیں ان ابتلاء اور پریشانیوں سے جلد نجات دے۔

سال 90-1989ء میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی مجالس خدام الاحمدیہ

مقابلہ بین المجالس برائے سال 90-1989ء میں حسن کارکردگی کی بناء پر مجالس خدام الاحمدیہ میں سے

1۔ مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی لاہور
2۔ مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد
3۔ مجلس خدام الاحمدیہ سٹیل ٹاؤن کراچی
4۔ مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد کراچی
5۔ مجلس خدام الاحمدیہ سلطان پورہ لاہور
6۔ مجلس خدام الاحمدیہ حسین آگاہی ملتان
7۔ مجلس خدام الاحمدیہ بستی جمال والا کھی ملتان
8۔ مجلس خدام الاحمدیہ بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازی خان
9۔ مجلس خدام الاحمدیہ صدر کراچی
10۔ مجلس خدام الاحمدیہ نور راولپنڈی

اللہ تعالیٰ ان مجالس کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔

ماھنامہ خالد، ماھنامہ تشحیذ الاذھان کے خریداران اپنا چندہ خریداری بذریعہ منی آرڈر یا دستی براہ راست دفتر میں ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ اگر آپ اپنا چندہ خریداری براہ راست دفتر میں ارسال فرمائیں گے تو کام میں آسانی پیدا ہوگی۔ (مینیجر)

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No: L 5830 MAY 1991

EDITOR:- MUBASHIR AHMAD AYAZ